تبصرہ

متعلق کارروائی ترتیب کلیات حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

از ابتداے تحریک لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۵ ع

از

نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب بہادر

سی ۰ ایس ۰

آنریری سکرٹری مدرسۃ العلوم

علی گڈہ

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

انسٹیٹیوٹ پریس، علی گڈہ میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۱۵ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترتیب کلیات حضرت امیر خسرو (رح)

تمہید

"اذا اراداللہ شیئاً ھیاء اسبابہ" - جب کوئی کام ھونے والا ھوتا ھی منشاء الہی کے ماتحت اُس کے اسباب جمع ھوجاتے ھیں - چنانچہ ڈیڑھ سال کا زمانہ گذرتا ھی کہ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۴ ع میں مدرسۃ العلوم علی گڈھ کے متعلق سلسلہ مراسلت میں میرے نہایت مکرم و محترم دوست شمس العلما نواب عمادالملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی سی ۔ ایس ۔ آئی نے حضرت امیر خسرو رح کا کلام جمع کرنے کا پہلی بار خیال ظاھر کرکے مجھہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ نہایت وثوق کے ساتھہ بلا خوف تردید یہہ کہا جاسکتا ھی کہ اسلامی ھندوستان میں کوئی مصنف ایسا نہیں گذرا جس کی تصنیفات اس درجہ لائق حفاظت و اشاعت ھوں، جیسا کہ امیر خسرو — لہذا اگر آپ کی کوشش سے اس مشہور زمانہ عدیم النظیر مصنف کا پورا کلام نظم و نثر (جو جملہ اصناف سخن میں بزبان فارسی، ھندی و اُردو موجود ھونا بیان کیا جاتا ھی) جمع ھوکر چھپ گیا، تو یہہ قوم کی ایک بڑی عظیم الشان خدمت ھوگی جس کا نفع غیر محدود ھوگا اور جو سعی کرنے والوں کے نام کو بھی زندہ جاوید بنا دے گی - اور مجھے یقین ھی کہ یورپ میں خصوصیت کے ساتھہ کلیات خسرو کی بہت مانگ ھوگی اور تمام نسخے ھاتوں ھاتھہ ٹھکانے لگ جاینگے *

میں اس مہتم بالشان کام کی اھمیت اور دشواریوں کو خوب پہچانتا تھا — مگر فرمایش کی نمایاں خوبی اور دور رس نوعیت اور صاحب

فرمایش کي علم دوستي اور قابلیت نے خصوصاً اس جلیل القدر مصنف اور شاعر کی عظمت نے (جو کل دنیا کے شعرا میں اس وقت بھي اُس کو حاصل هی) میرے دل پر ایسا اثر کیا که میں اُس کي تعمیل کي طرف همه تن راغب هوگیا اور باوجود اپني عدم اهلیت اور علمي بے بضاعتي کے میں نے خداوند ذو الجلال والاکرام کي مدد پر بهروسا کرکے اس دشوار کام کي ذمه داري قبول کرلي ؛ اور اراده کے ساتهه هي کام هي شروع کردیا — چنانچه نواب عمادالملک بہادر کو میں نے اطلاع دےدي که میں تعمیل ارشاد کے لیئے بسر و چشم حاضر هوں - مجهه سے جو سعي فراهمي و ترتیب کلیات میں هوسکےگي اُس سے هرگز کسي صورت میں دریغ نه هوگا *

اس مختصر تمہید کے ساتهه میں اب اُس کارروائي اور اُس کي نوعیت کا ذکر کرنا چاهتا هوں جو اس وقت تک اس عظیم الشان کام کي تکمیل میں هوئي هی — حضرت امیر خسرو رحمةالله علیه کي زندگي کے تفصیلی حالات کافي شرح وبسط کے ساتهه تو اُس رساله میں بیان هوں گے جو اس سلسله میں بنام نہاد " تذکرہ حیات خسرو" انشاء الله العزیز عنقریب شائع کیا جائے گا — یہاں صرف یهه ظاهر کرنا مقصود هی که حضرت امیر خسرو کا زمانه حیات مورخین نے سنه ۶۵۱ هجري (مطابق سنه ۱۲۵۳ع) سے سنه ۷۲۵ هجري (سنه ۱۳۲۵ ع) تک بتلایا هی — آپ کي عمر هنوز سات هی سال کي تهي که آپ کے پدر بزرگوار کا سایه آپ کے سر سے اُتهه گیا — اور آپ نے اپنے نانا نواب عمادالملک کے سایه عاطفت میں پرورش پائي - اور نواب ممدوح کي نگراني اور سر پرستي میں آپ کي تعلیم و تربیت هوئي — خوشي کا مقام هی که سات سو برس قبل ایک عمادالملک نے اس هونہار

شاعر کے نشو نما دینے میں سعي کي اور اس مبارک عہد کے نواب عماد الملک کي توجہ اور امداد سے اُن جواهر کے جمع کیئے جانے کا اهتمام درپیش هی جن سے حضرت امیر خسرو فارسي علم کے خزانہ کو مالا مال کرگئے هیں - یہہ خزانہ هماري غفلت ، بے علمي اور ناقدري سے هماري هاتهہ سے بہت کچھہ نکل چکا هی اور اندیشہ هی کہ اگر یہي لیل ونہار هی تو نہیں رها سہا بهي غارت نہ هوجائے *

ندیم، از دست بیداد نہ نالم * بکشت من کذار اشکر اُفتاد

قصہ کوتاہ ایک تو خود فطرت نے طوطي هند ، سلطان الشعراء حضرت امیر خسرو کي طبیعت میں فوق العادت همہ گیر قادر الکلامي اور بے نظیر سحر بیاني کا مادہ ودیعت کیا تہا اُس پر طرہ یہہ هوا کہ آپ ۷۳ سال کي عمر میں دهلي کے پانچ مختلف بادشاهوں (یعني (۱) معز الدین کیقباد سنہ ۶۸۶ - ۸۹ هجري سنہ ۱۲۸۷ - ۹۱ ع (۲) جلال الدین فیروز شاہ سنہ ۶۸۹ - ۹۵ هجري سنہ ۱۲۹۰ - ۹۵ ع (۳) محمد شاہ ۶۹۵ - ۷۱۵ هجري ۱۲۹۵ - ۱۳۱۵ ع (۴) غیاث الدین تغلق ۷۲۱ - ۲۵ هجري سنہ ۱۳۲۱ - ۲۴ ع اور (۵) محمد بن تغلق سنہ ۷۲۵ هجري سنہ ۱۳۲۴ ع) کے الطاف شاهانہ اور توجہات مربیانہ کے مورد و مصدر بنے رهے - لهذا اُن مختلف درباروں کي اپنے اپنے وقت پر گوناگوں دلاویزیاں ، شاهوں کے سانحات وفات اور تخت نشینیوں کے جشن ، صلح و جنگ ، فتح و شکست ، عزل و نصب ، عروج و زوال ، ملک گیریاں اور ملک داریاں ، سفر و حضر ، امن و فساد ، عیش و نشاط ، بخشش و کرم ، بذل و سخا جس کي وجہ سے مشاهیر زمانہ کا هجوم اُن کے درباروں میں عموماً رها کرتا تہا یہہ سب مناظر و اسباب اس خدائے سخن کے " سمند طبع پر ایک

تازیانہ " ثابت ہوئے ، جنہوں نے اُن کے دریائے سخن کو " ناپیدا کنارہ " بنادیا - چنانچہ اُن کی فکر کی وسعت ، ذہن کی جودت ، تصانیف کی کثرت ، خیال کے پرواز اور کلام کی بو قلمونی اور عذوبت نے نہ صرف فارسی کے شاہان ملک سخن سے خراج تحسین حاصل کیا ، بلکہ یورپ کے محقق مستشرقین نے آپ کو ملک ہندوستان کا ایک مشہور ترین فارسی شاعر اور نہایت باکمال ماہر فن موسیقی تسلیم کیا ھی [ملاحظہ ہو فہرست کتب خانہ شاہان اودہ مرتبہ ڈاکٹر اسپرنگر ایم ڈی صفحہ ۴۶۵ و فہرست کتب خانہ بانکی پور مرتبہ ڈاکٹر ڈینیزن راس پی ایچ ۰ ڈی صفحہ ۱۷۹] اور بعض محققین نے تو آپ کو اُن معدودے چند مشہور عالم سخن آفرینوں کے پہلو میں جگہہ دی ھی جن کی بہت ھی تھوڑی تعداد مادر گیتی پیدا کرسکی ھی - [ملاحظہ ہو تاریخ ہند مصنفہ سرھنری ایلیٹ جلد سوم صفحہ الف]

تذکرہ مجمع النفائس میں (جو سنہ ۱۱۶۴ ع میں لکھا گیا ھی) سراج الدین خاں ارزو نے فردوسی اور امیر خسرو کے ایک شعر کا مقابلہ کیا ھی - فردوسی نے نقارہ کی آواز کو ایک شعر میں اس طرح باندھا ھی کہ شعر بھی با معنی رھا اور ایک مصرعہ کے الفاظ سے نقارہ کی اواز بھی پیدا ھوتی ھی — فردوسی کا وہ شعر یہہ ھی :—

زنقارہ آواز آمد بروں * کہ دوں است دوں است گردوں دوں

امیر خسرو نے اس کے مقابلہ میں شعر لکھا ھی :—

دھل زن دھل زد بتحسین او * کہ دہں دیں او دہن او دین او

صاحب تذکرہ نے بتلایا ھی کہ علم موسیقی کے ماہر ارباب ذوق سمجھہ سکتے ھیں کہ خسروکے شعر کا پایہ کس قدر بلند ھی اس لیئے کہ

نہ صرف ایک بامعنی مصرعہ کے الفاظ بآواز دھال ادا کیئے ہیں ، بلکہ اس میں تال اور سُر کے اصول کی پوری پابندی ملحوظ رکھی ھی —

تذکرہ دولت شاہی میں مذکور ھی کہ حضرت امیر خسرو ظاہری اور باطنی فضائل کے باوجود علم موسیقی میں مہارت تامہ رکھتے تھے — اتفاقاً ایک بار ایک مطرب نے اُن سے بحث کی کہ علم موسیقی عملی علوم میں سے ھی اور شعر شاعری سے باعتبار شرف افضل ھی — اس اعتراض کے جواب میں حضرت امیر نے ایک قطعہ لکھا ھی :—

مطربے می گفت باخسرو کہ اے گانج سخن
علم موسیقی زعلم شعر نیکو تر بود
زانکہ آں علمیست کز دقت نیاید در قلم
لیکن ایں علمیست کاندر کاغذ و دفتر بود
پاسخش دادم کہ من در ھر دومعنی کاملم
ھردو را سنجیدہ بر وزنے کہ آں در خور بود
نظم را کردم سہ دفتر ور بہ تحریر آمدی
علم موسیقی سہ دفتر بودے اربآور بود
فرق گویم من میاں ھر دو معقول و درست
گر دھد انصاف آں کز ھردو دانشور بود
نظم را علمی تصور کن بنفس خود تمام
کو نہ محتاج اصول و صوت خنیاگر بود
گر کسے بے زیر و بم نظمے فرو خواند رواست
نے بمعنی ھیچ نقصاں نے بہ نظم اندر بود
ورکند مطرب بسے ھاں ھاں وھوں ھوں در سرود
چوں سخن نبود ھمہ بے معنی و ابتر بود

نائے زن را بیں کہ صوتے دارد و گفتار نے
لاجرم در قول محتاج کسے دیگر بود

پس دریں معنی ضرورت صاحب صوت وسماع
از برائے شعر محتاج سخن پرور بود

نظم را حاصل عروسے داں و نغمہ زیورش
نیست عیبے گر عروس خوب بے زیور بود

من کسے را آدمی دانم کہ داند ایں قدر
ور نداند پرسد از من ور نہ پرسد خر بود

چونکہ شاہاں دھلی کے الطاف خسروانہ کے ساتھہ ھی حضرت امیر خسرو کو جناب محبوب الھی حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے بارگاہ سے تصوف کا بے بہا خلعت بھی مرحمت ھوا تھا ، لہذا اُن کے کلام میں تصوف کی دل ربا چاشنی نے چار چاند لگادیئے ، جس کی بدولت آپ کے کلام کو قبول عام کا رتبہ حاصل ھوا *

تذکرہ دولت شاہ میں کتاب جواھر الاسرار مصنفہ مولانا شیخ عارف آذری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مذکور ھی کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی نسبت حضرت امیر خسرو بہت کچھہ حسن عقیدت رکھتے تھے) اپنی پیرانہ سالی کے زمانہ میں ھندوستان تشریف لائے تھے اور حضرت امیر خسرو کو اُن کی ملاقات کا موقعہ ملا تھا —— مگر اور تذکروں سے اس واقعہ کی تصدیق نہیں ھوتی *

پوپ انگلستان کا ایک نامور شاعر گذرا ھی جس کی نسبت مشہور ھی کہ :—

He lisped up in numbers for the numbers came

یعنی بچپن ھی میں شعر کی اس قدر آمد تھی کہ اپنی توتلی

زبان میں بھی جو کچھہ بولتا تھا وہ اشعار ھي ہوتے تھے - اُسي طرح بلا مبالغہ حضرت امیر خسرو کي نسبت کہا جاسکتا ھی کہ آپ کو بچپن ھي سے فن شعر میں پورا درک تھا — چنانچہ اپنے دیوان موسومبہ "تحفۃالصغر" کے دیباچہ میں حضرت خود تحریر فرماتے ھیں کہ مجھے اوائل عمرھي سے شعر گوئي کا فرق العادت ذوق تھا اور تمثیلاً ایک واقعہ لکھا ھی کہ جب خواجہ اعزالدین سے پہلي بار شرف ملاقات حاصل ھوا تو خواجہ ممدوح نے امتحاناً چار لفظ " موئے ، بیضہ ، تیر اور خربزہ " ایسے بتلاکر جن میں کوئي باھمي رابطہ یا مناسبت نہ تھي یہہ فرمایش کي کہ ایک رباعي تصنیف کیجئے جس میں یہہ چاروں لفظ استعمال ھوجائیں - آپ نے في البدیہ ذیل کي رباعي موزوں کي :—

هر موئے کہ در دو زلف ان صنم است
صد بیضۂ عنبریں بران موئے ضم است
چوں تیر مداں راست دلش را زیرک
چوں خربزہ دندانش دروں شکم است

صغر سني میں حضرت امیر خسرو کي یہہ جودت طبع دیکھہ کر خواجہ اعزالدین متحیر رہ گئے اور آپ کو " سلطاني " لقب دیا جو حضرت امیر خسرو کے ابتدائي کلام میں پایا جاتا ھی [فہرست کتب خانہ بانکي پور مرتبہ ڈاکٹر ڈینیزن راس صفحہ ۱۷۸] *

آپ کے کلام کي فراواني اور اُس کي فراھمي کي ناقابل عبور مشکلات کا اندازہ صرف ایک اس واقعہ سے ھوسکتا ھی کہ عروج سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں خاندان تیموریہ کے ایک جلیل القدر شہزادہ مرزا سنجر نام نے حضرت امیر خسرو کا پورا کلام جمع کرنے کا عزم مصمم کیا — خدا

داد دولت اور علم دوست ندیموں کی مسلسل جد و جہد کی بدولت ایک لاکھ بیس هزار اشعار فراهم کرسکا - پهر ایک عرصه کے بعد کسی دوسرے موقعه پر اس شہزادہ کو حضرت کی غزلیات کے دو هزار شعر اور دستیاب هوئے ، جس کے بعد شہزادہ اس نتیجه پر پہنچا که حضرت کے پورے کلام کی فراهمی عملاً محال هی — اور مایوس هوکر مزید جستجو سے دست بردار هوگیا — [فہرست بانکی پور مرتبه ڈاکٹر ڈنیزن راس صفحه ۱۷۷] *

یهه واقعه اُس زمانه کا هی جب که مسلمان به حیثیت ایک زندہ قوم کے اس ملک میں حکمراں تھے اور اسلامی سلطنت اپنے علوم کی حامی و مربی تهی اور نسبتاً حضرت امیرخسرو کا عہد بهی قریب تها - اس واقعه کی روشنی میں اس امر کا اندازہ بخوبی هوسکتا هی که اس خسرو سخن کے پورے کلام کے فراهمی کی کوشش میں اس زمانه کے حالات کے ماتحت کس حد تک کامیابی کی اُمید هوسکتی هی- تاهم میں نے همت کا دامن هاتهه سے نہیں چهوڑا اور امکانی سعی کلام کے جمع کرنے میں کی گئی — اور اس کوشش کا سلسله برابر جاری هی :—

چلا هی جاتا هوں میں گو چلا نہیں جاتا

غضب هی شوق رسائی و دوری منزل

بهرحال کام شروع هوگیا هی اور اُس کی تکمیل تائید ایزدی پر منحصر هی *

تا نہال آرزو کے بر دهد * حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

۲ — فنڈ

یہہ ظاہر ہی کہ کوئي تحریک خواہ چھوٹي ہو یا بڑي روپیہ کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتي — (کامیابي درکنار کام کا اجرا ھي روپیہ پر منحصر ہی) — چنانچہ جس وقت نواب عماد الملک بہادر نے ترتیب کلیات خسرو کي تحریک فرمائي تو خود ھي تحریر فرمایا تھا کہ میں دولت مند نہیں ہوں - اگر میرے پاس دولت ہوتي تو میں اس کام کے لیئے اُس کو وقف کردیتا -باین همه جہاں تک مجھہ سے ہو سکے گا میں اس کام میں مالي مدد دونگا اور اپنے احباب سے بھي کچھہ رقم وصول کرکے بھیجونگا — کام شروع کرنے کے لیئے خود ایک هزار روپیہ اس وقت دیتا ہوں اور بوقت ضرورت ایک هزار روپیہ اور دونگا - نواب صاحب ممدوح نے یہہ بھي لکھا تھا کہ همارے رئیس وقت یعني اعلی حضرت نظام خلدالله ملکہ علم و سخن کے قدرداں ھیں - خود بھي تعلیم یافتہ ھیں - علم ادب کے خصوصاً بہت بڑے قدر شناس ہیں اور مذاق بھي اعلی درجہ کا رکھتے ھیں - لہذا اگر آپ کي طرف سے درخواست امداد پیش ہوئي تو انشاءالله تعالی حضور ممدوح امداد اور سرپرستي سے دریغ نفرمائینگے - چنانچہ سرکار آصفیہ سے مالي امداد حاصل کرنے کي غرض سے ایک عرض داشت نواب سالار جنگ بہادر کي خدمت میں پیش کي گئي جو اُس وقت عہدہ جلیلہ وزارت پر ممتاز تھے - میں نہایت شکر گزار ہوں کہ اعلی حضرت نظام خلد الله ملکہ نے مبلغ ساڑھے سات ہزار روپیہ کي گراں قدر امداد خسرو فنڈ کو اس شرط پر مرحمت فرمائي کہ بعد اشاعت ہر کتاب کے بیس بیس نسخے کتب خانہ آصفیہ میں داخل کیئے جائیں - نواب سالارجنگ بہادر نے بھي از راہ علم دوستي

مبلغ ایک هزار روپیه عطا فرمایا اور ڈھائي سو روپیه سکه حالي نواب عمادالملک بهادر کي معرفت جناب مولانا انوار الله خاں بهادر نے عنایت فرمائے - غرض ابتدائي تحریک سے اس وقت تک فنڈ میں حسب تفصیل ذیل آمدني هوئي :-

	روپیه	انه	پائي
ستمبر سنه ۱۹۱۳ ع عطیه نواب عمادالملک بهادر	۱,۰۰۵	۰	۰
نومبر سنه ۱۹۱۴ ع عطیه نواب سالارجنگ بهادر	۱,۰۰۰	۰	۰
" عطیه ثاني نواب عمادالملک بهادر	۱,۰۰۰	۰	۰
" عطیه مولانا انوارالله خاں بهادر (بعد وضع بټه حالي)	۲۰۹	۶	۱۰
مئي سنه ۱۹۱۵ ع عطیه سرکار آصفیه (بعد وضع کمیشن بنک)	۷,۴۹۲	۹	۶
میزان کل	۱۰,۹۷۶	۱۳	۴

منجمله اس رقم کے چهه هزار روپیه کے پرامیسري نوٹ (بقیمت ۵,۳۲۹ روپیه ۱۰ آنه ۹ پائي) خرید لیئے گئے هیں تاکه پورا سرمایه معطل نه پڑا رهے اور فنڈ میں منافعه کي آمدني کا اضافه هوتا رهے - مابقي رقم رقم ۵,۳۴۷ روپیه ۲ آنه ۱۰ پائي میں سے فراهمي و تصحیح و ترتیب کلیات کے کام پر روپیه بتدریج خرچ هو رها هی - مصارف کي مقدار اس وقت تک قریب ۲ هزار روپیه کے هی جو خریدے هوئے نسخوں کي قیمت ، تصانیف کي تلاش، مختلف لائبریریوں کے مستعار نسخوں کي نقل کي اجرت اور نقول کے مقابله و صحت کے معاوضه کي صورت میں خرچ هوا هی *

افسوس هی که باوجود اخبارات میں متواتر اعلانات کے پبلک نے اب تک اس طرف اپني دلچسپي کا اظهار نهیں کیا ، اور نه اور کسي

قسم کي اس کام میں مدد کي جس سے صرف یہہ نتیجہ نکلتا هی کہ بد قسمتي سے پبلک نے اس کام کي اهمیت اور وقعت کو نہیں پہچانا ، نہ اُس کو اس ضرورت کا اب تک صحیح احساس هوا هی *

مجھے خصوصیت کے ساتھہ اس کا افسوس هی کہ باوجود میريٰ متواتر استدعاؤں کے (سواے معدودے چند احباب کے) اُن ارباب علم کي طرف سے بھي بے التفاتي ظہور میں آئي جن سے مجھے ترتیب کلیات کے کام میں بہت کچھہ علمي و عملي امداد کے توقع تھي - اس عدم توجهي کو دیکھتے هوئے بے اختیار میرے قلم سے نکلتا هی کہ -

سر کنم شکوہ اگر تاب شنیدن داري

سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داري

میرے اس شکوہ کے تائید اُن بہت سي ضخیم امثلہ سے هوتي هی جو ترتیب کلیات کي کوشش کے دوران میں بن گئي هیں جن سے اُس بے شمار مراسلت کا تو پتہ چلتا هی جو کام کو آگے بڑھانے کي غرض سے کي گئيء مگر متوقع جوابات اگر تلاش کیئے جائیں تو بہت هي کم ملینگے *

خوش قسمتی سے اعلی حضرت حضور نظام کي سخاوت اور علم دوستي نے کام کرنے کا موقع دیدیا جس کي بدولت اس کارروائي کا نتیجہ انشاء الله تعالے عنقریب هدیہ ناظرین هونا شروع هوگا *

مولوي محمد ریاض حسن صاحب نے پٹنہ سے براہ مہرباني مجھے بانکي پور کے کتب‌خانہ کي ایک فہرست تصانیف خسروي کي بھیجي تھي اور بذریعہ تحریر مشورہ دیا تھا کہ پبلک سے اپیل کیا جاے کہ یا تو یکمشت چندہ دیں یا ماهوار چندہ مقرر کریں یا کلیات کے چند

نسخوں کی خریداری منظور کرکے نصف قیمت پیشگی عنایت کریں یا ایک نسخہ کی خریداری قبول کرکے پیشگی قیمت ادا کردیں تاکہ قلت فنڈ کی وجہ سے کام نہ رکنے پائے - مگر میں نے نظر بہ حالات مذکورہ بالا سردست بک فروگیر و محکم گیر کے اصول پر عمل کرنا مناسب سمجھا اور حضور نظام خلداللہ ملکہ کی گراں قدر سرپرستی پر قانع رہا اور ہوں *

---

۳ — ڈیڈیکیشن

اعلیٰ حضرت ادام اللہ اجلالہ واقبالہ نے نہ صرف گراں بہا عطیہ سے حامیان ترتیب کلیات خسروی کی حوصلہ افزائی فرمائی ہی ؛ بلکہ میری اس عرضداشت پر کہ یہہ سلسلہ اشاعت چونکہ اس ملک میں اپنی قسم کا پہلا کار نامہ ہی ؛ لہذا اس سلسلہ کا اعلیٰ حضرت کے نام سے منسوب ہونا اس کی اہمیت اور قدر افزائی کا باعث ہوگا ؛ اگسست سنہ ۱۹۱۵ ع میں کلیات کو حضور ممدوح الشان نے اپنے نام نامی و اسم سامی سے معنون کیئے جانے کے خاص فرمان کے ذریعہ سے باضابطہ اجازت مرحمت فرماکر ملک کے علم دوست طبقہ کو رہین منت فرمایا ہی *

۴ — تحقیق تصنیفات حضرت امیر خسرو

فراهمی ترتیب کلیات خسرو کے دوران میں سب سے پہلا کام حضرت امیر خسرو کی تصنیفات کی تعداد اور اُن کے ناموں کی تحقیقات تھی - حضرت کی تصانیف کی تعداد کے متعلق خود مورخین اور تذکرہ نویسوں میں بہت اختلاف ہی — جامی رحمۃ اللہ علیہ نے (جن کا زمانہ حضرت امیر خسرو سے نسبتاً قریب ہی) نفحات الانس میں

تصنیفات خسروی کی تعداد ۹۲ بتلائی هی — تذکرہ خوشگو شعراء فارسی کی ایک ضخیم تاریخ هی جس کا چھپنا ثابت نہیں ہوتا ، مگر ممالک یورپ کے کتب خانوں کی فہرستوں میں اس کا جا بجا ذکر هی — ڈاکٹر اسپرنگر نے سنہ ۱۸۴۸ ع میں شاهان اودہ کے تین کتب خانوں یعنی توپ خانہ ، موتی محل اور فرح بخش کی کتابوں کی فہرست گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے مرتب کی تھی — اس فہرست میں تذکرہ خوشگو کا حضرت امیر خسرو کی تصنیفات کے متعلق مندرجہ ذیل اقتباس درج هی — " مشہور است کہ نود و نہ کتاب تصنیف کردہ – اما انچہ از مثنویات متداول است این تفصیل دارد : (۱) خمسہ یعنی مطلع الانوار ، لیلی مجنون ، خسرو شیرین ، ائینہ سکندری ، هشت بہشت ، هزدہ هزار بیت ، (۲) مثنوی عشقیہ چہار هزار بیت (۳) قران السعدین پنج هزار بیت (۴) مثنوی نہ سپہر چہار هزار بیت (۵) تغلق نامہ نانمام سہ هزار بیت – و تعداد دیوان و غزل وغیرہ مشخص نیست – ودر نثر اعجاز خسروی و تاریخ دهلی ، خزاین الفتوح ، مناقب هند و چند رسالہ دیگر در علم اسیفاء (؟) و موسیقی و رسالہ خالق باری را هم بدو منسوب دارند کہ اطفال هندوستان آن را می خوانند — وانچہ در هندی زبان کارستانہا کردہ هیچ شاعرے را دست ندادہ — چنانکہ اشعار مطائیبہ درمیان شادیہا بہ هندوستان رائج است و لطائف و ظرائف آن غازۂ قبول شہرت بر رو دارد " — اس تذکرہ کے بموجب تصانیف خسروی کی تعداد ۹۹ ہوتی هی — لیکن تذکرہ هفت اقلیم میں (جو امین الدین رازی نے سنہ ۱۰۰۲ هجری میں مرتب کیا) تصانیف کی تعداد بجائے ۹۹ کے ۱۹۹ درج کی هی — دولت شاہ

سمرقندی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ھی کہ خود حضرت امیر خسرو نے
اپنی کسی تصنیف میں اشعار کی تعداد چار اور پانچ لاکھ کے درمیان
بتلائی ھی ۔ تاریخ فرشتہ میں آپ کے اشعار کی تعداد پانچ لاکھ تک
لکھی ہوئی ھی ــ اس تحقیقات میں بڑی مشکل یہہ پیش آئی
ھی کہ تذکرہ نویسوں نے تعداد تصنیفات کا تخمینہ بتلاتے ہوئے اُن کے
ناموں کی کم و بیش مکمل فہرست لکھنے کی کوشش نہیں کی ــ اور
یورپین علماء مستشرقین کے شوق علمی کا یہہ حال ھی کہ ڈاکٹر
اسپرنگر نے (جن کا اوپر ذکر ہوچکا ھی اور جو سنہ ۱۸۵۰ ع سے
سنہ ۱۸۵۷ ع تک مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل رہے تھے) ہندوستان
سے ایک بہت بڑا ذخیرہ نایاب قلمی کتابوں کا (جن کی تعداد ۲۰۵۲
سے زیادہ) تھی برلن کے کتب خانہ میں بھجوادیا ، جو اسپرنگر کلکشن
کے نام سے مشہور ھی ــ اُن کتابوں کی جس فہرست کا اس وقت
تک مجھے پتہ چلا ھی وہ جرمن زبان میں ھی ــ یورپ میں قلمی
مسودات کے شوق کا یہہ عالم ھی کہ لندن کی لیوزک کمپنی نے اپنی
فروختنی قلمی نسخوں کی فہرست میں مثنوی شیرین خسرو کے ایک
مختصر نسخہ کی قیمت ایک سو ساٹھ روپے درج کی ھی ، حالانکہ
اس مثنوی کے قلمی اور مطبوعہ نسخے ہر جگہ سے بہ آسانی میسر
آسکتے ہیں ــ ایسی صورت میں جبکہ تذکروں میں تصانیف کی
فہرست کا اہتمام نہ کیا گیا ہو اور اس ملک کی نایاب تصنیفات کے
خزانے اہل ملک کی بدمزاقی کے طفیل رفتہ رفتہ سب یورپ کے علمی
جواہر خانوں میں پہونچ چکے ہوں تو حضرت امیر خسرو کے کلام کا
پتہ چلانا دشوار سے دشوار تر کام ہوگیا ھی ۔ کل تصنیفات کی تعداد کے
تعین میں تو اختلاف تھا ھی ــ حضرت کے دیوانوں کی تعداد میں

بھی مختلف فہرستوں میں اتفاق نہیں — جس قدر فہرستیں پرانے
زمانہ میں مرتب ہوئی ہیں ان میں حضرت امیر خسرو کے صرف
چار دیوان مذکور ہیں : یعنی تحفۃ الصغر ، وسط الحیوۃ ، غرۃ الکمال
اور بقیہ نقیہ — لیکن مسٹر چارلس ریو نے لندن کے برٹش میوزیم
کی کتابوں کی جو فہرست سنہ ۱۸۸۳ ع میں مرتب کی اُس میں
پہلی بار پانچ دیوانوں کے وجود کا پتہ چلتا ہی — اور پانچویں
دیوان کا نام نہایت الکمال لکھا ہوا ہی جو اُس کتب خانہ میں
موجود ہی — بانکی پور لائبریری میں بھی اس کا ایک نسخہ ہی
اور دوران تحقیقات میں معلوم ہوا کہ یہہ دیوان دھلی میں چھپ بھی
چکا ہی — مغرب کے علماء مستشرقین نے اثنائے فراھمی کلام میں
حضرت امیر خسرو کی تصنیفات کو تاریخی حیثیت سے بھی بہت غور
کے ساتھہ مطالعہ کیا ہی — چنانچہ سر ھنری ایلیٹ نے اپنی تاریخ
ھند کی جلد سوم کے ضمیمہ کے طور پر مثنوی خزاین الفتوح اور
قران السعدین میں سے ایک مبسوط خلاصہ اُن تاریخی واقعات کا لکھا
ھی جو ان مثنویوں کا موضوع ھیں اور پھر آگے چلکر مثنوی عشیقہ و
نہ سپہر و اعجاز خسروی کا خلاصہ بھی کردیا ھی- تذکرہ نویسوں میں
تصنیفات خسروی کی تعداد کے متعلق جو اختلاف پایا جاتا ھی اس
کے بعض وجوہ دوران تحقیقات میں مجھے معلوم ھوئے — یورپ کی
مشہور لائبریریوں کی فہرست ھاے کتب دیکھنے سے پتہ چلا کہ دنیا
کے مختلف کتب خانوں میں حضرت امیر خسرو کی ایک ایک
تصنیف کے مختلف قلمی نسخے موجود ھیں جن کے مضامین اور
اُن کی ترتیب ایک دوسرے سے جدا ھیں — مثلاً دیوان امیر خسرو
کے نام سے بیسیوں نسخے مختلف لائبریریوں میں موجود ھیں

جو حقیقت میں حضرت امیر خسرو کے پانچوں دیوانوں کی مختلف غزلیات کا مجموعہ ہیں — مختلف لوگوں نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق دیوانوں میں سے غزلیات و قصائد کا انتخاب و اقتباس کرلیا ؛ لهذا یهه دیوان ایک دوسرے سے مطابق نه هونے کی وجه سے بادی النظر میں جدا جدا تصنیف خیال کیئے جاسکتے هیں — اسی طرح کلیات امیر خسرو کے مختلف نسخے کتب خانوں میں موجود هیں جن میں اهل ذوق نے یا تو اپنے اپنے رجحان طبع کے مطابق کلام جمع کرلیا یا جس کو جس قدر کلام میسر آیا ایک جگه کرلیا — یهی حال مثنویات اور قصائد کے مختلف مجموعوں کا سمجهنا چاهیئے۔ اس کے علاوہ حضرت کی مصنفه کتابوں میں سے ایک ایک کتاب کئی کئی ناموں سے ملقب هی — مثلاً مثنوی عشیقه کے متعدد نام هیں — اس کو بعض نے مثنوی عشقیه کہا هی — قصه دولرانی و خضر خاں و نسخه خضر خانی بهی اسی کے نام هیں — مهتمم صاحب کتبخانه حیدر آباد کی تحریر سے مجهے معلوم هوا هی که مقابله کرنے پر مثنوی آغاز عشق بهی یهی مثنوی عشیقه ثابت هوئی — دهلی سے حال میں بعض مطبوعه تصانیف خسروی کا اشتهار شائع هوا تها — اس میں اسی مثنوی کا نام " منشور شاهی " بهی لکها تها — اس طرح ایک کتاب کے چهه نام هوگئے — کتب خانه حیدر آباد سے ایک کتاب " مثنوی در تعریف دهلی " کے نام سے مجهے موصول هوئی تهی اور اُس کی نقل هوچکی تهی — تصحیح کی غرض سے جب مقابله کیا گیا تو پته چلا که یهه مثنوی قران السعدین هی — کتاب خزائن الفتوح کی لوح پر اس کا نام سرور الروح اور تاریخ علائی بهی لکها هوا پایا گیا — انڈیا آفس لائبریری کی فهرست میں دیوان غرة الکمال کا نام

كتاب الكمال بهي درج هي — اسي فهرست سے معلوم هوا كه مثنوي مفتاح الفتوح يا فتح الفتوح (جس میں سلطان جلال الدين فيروز شاه کے فتوحات کا ذکر هی) ابتدا میں دیوان غرة الكمال كا جزو تهی اور اسي مثنوي کا نام فتح نامه بهي تها — چنانچه رام پور کے کتب خانه میں یهه مثنوي اب بهي اس نام سے دیوان غرة الكمال کے جزو کی حیثیت سے موجود هی - خیال میں جب کلام خسروي کی تلاش میں میرا رام پور جانا هوا اور کتب خانه ریاست سے حضرت امیر خسرو کی تصنیفات بر آمد کرائي گئیں، تو پته لگا که مجموعه مثنویات و قصاید میں حضرت مصنف علیه الرحمة نے بعض مثنوي اور قصیده کو خاص نام سے ملقب کردیا هی —— مثلاً ایک مثنوي کا نام باز نامه هی، دوسري کا اسپ نامه یا فرسنامه هی جس کا ذکر تاریخ فیروز شاهي ضیاء برني مطبوعه کلکته میں بهي درج هی - ایک قصیده کا نام " بحر العبر " معلوم هوا اور ایک قصیده کا نام " مراة الصفا " هی جو حکیم خاقاني کے قصیده کے جواب میں هی - اسي طرح ممکن هی که دوسري مثنویوں کے اور نام هوں جس سے تصانیف کي تعداد بڑه جاتي هی - صرف یهی نهیں بلکه بعض ایسي کتابیں جو حقیقت میں دوسرے مصنفوں کي تصنیف هیں عام طور پر حضرت امیر خسرو کا کلام سمجهي جاتي هیں - مجهے نهایت تعجب هوا که ایشیاتک سوسائتي کی لائبریري سے (جو اس ملک میں علمي تحقیقاتوں کا تنها مرکز هی) ایک نسخه قلمي " صفات العاشقین " نام به حیثیت کلام حضرت امیر خسرو میرے پاس بهیجا گیا، حالانکه یهه امیر خسرو کا کلام نه تها — اول تو اس نسخه کے عنوان میں اس کے مصنف "هلالي" کا نام درج هی - یهه نام طلائي زمین پرسفید روشنائي سے لکها هوا

تھا اور اب اس قدر مٹ گیا ھی کہ کافی غور کے بغیر سمجھہ میں نہیں آسکتا - اس کے علاوہ مولوی رشید احمد صاحب "سالم" پروفیسر فارسی مدرسۃالعلوم علیگڈہ نے (جنھوں نے مجھے اس کام کی نگرانی میں ترجیح قابل قدر مدد دی ھی) اس کو ملاحظہ کیا تو اُس میں کافی اندرونی شہادت اس امر کی موجود پائی کہ یہہ کتاب مولانا ھلالی کی تصنیفہ ھی — مثلاً خاتمہ کتاب پر مصنف نے اپنا تخلص ذکر کیا ھی :—

مرا آخر ھلال خویش انکار * "ھلالی" را بلال خویش انکار

اور آگے چلکر شاعر نے دو جگہہ پھر اپنا نام ظاھر کیا ھی :—

"ھلالی" راھوائے اشنائیست * بخورشید اشنائی روشنائیست

ھلالی این چہ دربائے معانیست * کہ موج آں زبحر اسمانیست

بوصف عاشقان دفتر کشادم * صفات العاشقین نامش نہادم

نوشتم نامۂ در نیک نامی * کہ خسرو آفرین کرد و نظامی

انڈیا افس لائبریری کی مطبوعہ فہرست میں بھی یہہ کتاب مولانا بدرالدین ھلالی استرآبادی کی تصانیف کے ذیل میں درج ھی - اس کتاب کے متعلق میں نے ایک مفصل نوٹ مشعر حالات مذکورہ بالا سکرتری صاحب ایشیاٹک سوسائیٹی کی خدمت میں بھیجدیا ھی *

ایسی ھی ایک کتاب مثنوی " اشک و اہ " حضرت امیر خسرو سے منسوب ھوکر کتب خانہ حیدرآباد سے میرے پاس آئی جس میں جابجا اندرونی شہادتیں ایسی موجود ھیں جن سے صاف معلوم ھوتا ھی کہ یہہ کتاب حضرت امیر خسرو کا کلام نہیں — اس کتاب کو ملاحظہ کرکے مولوی رشید احمد صاحب پروفیسر فارسی مدرسۃالعلوم علیگڈہ نے حسب ذیل نوٹ لکھکر مجھے دیا تھا :—

"مثنوی اشک و اہ حسب الحکم نواب صاحب بہادر میں نے دیکھی -

یہہ مثنوی حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب تھی – اور اس یقین کے ساتھہ میں نے اس کو بغرض تصحیح دیکھنا شروع کیا تھا – لیکن چند صفحات پڑھنے کے بعد مجھے شبہہ ہوا اور یہہ شبہہ بتدریج بڑھتا گیا، کیونکہ اس میں جابجا ایسی ترکیبیں پائی گئیں جو متاخرین خیال بندوں مثلاً بیدل اور غنیمت وغیرہ کے اختراعات ہیں اور متقدمین کے کلام میں نہیں پائی جاتیں – حتی کہ جلال اسیر کا کلام بھی جو خیال بندی کا موجد سمجھا جاتا ہے، اس قسم کی ترکیبوں اور اس لہجہ کی بندشوں سے عاری پایا جاتا ہے – مثنوی کا معتدبہ حصہ پڑھنے کے بعد مجھکو یقین ہوگیا کہ اس کا مصنف غنیمت یا اُس کا کوئی ہمرنگ و ہمعصر شاعر ہے – کیونکہ اس گروہ کے طرز خیال کے صریح نشانات جابجا نمایاں معلوم ہوتے تھے- مثال کے طور پر چند ترکیبیں عرض کرتا ہوں :

" نگاہ خوں بہ امن " – " نالہ محشر خروش " – " چمن ساز نگاہ شرر در خرمن سیماب " – " قماش چاک پیراہن " – " دفتر نویس شعلہ " – " قیامت در رکاب موج خوں " – " طلوع نشہ پیمانہ غم " – " نمک حل سازجان ریش " – " شریک کاروان دل بدوش " – " قیامت حل تن و تن ساغرم ریز " – یہہ اور اس قسم کی بیشمار بندشیں جو مثنوی میں بکثرت ہیں اس امر کا یقین دلانے کے لیئے کافی تھیں کہ یہہ مثنوی حضرت امیر خسرو کی نہیں ہوسکتی، خاصکر اُن لوگوں کے لیئے جو فارسی شاعری کے مختلف ادوار کے کلام پر غائر نظر رکھتے ہیں – آگے چلکر ایسے واقعات ملے جن کو دیکھکر کسی شخص کے دل میں کوئی شک و شبہہ نہیں رہ سکتا – مثلاً صفحہ ۴۲ پر میر محمد زمان راسخ کا مرثیہ لکھا ہے جن کی وفات سنہ ۱۱۰۷ ھجری

میں ہوئي– اور صفحه ۴۷ پر بادشاہ دین پناہ محي الدین اورنگ زیب بہادر غازي کي تعریف لکھي هی — ان باتوں سے صاف ظاهر هی که یہه کتاب امیر خسرو کي تصنیف نہیں هوسکتي — اصل یہه هی که یہه مثنوي میر غازي شہید لاهوري کي تصنیف هی جن کي وفات سنه ۱۱۳۰ هجري میں هوئي اور جو میر محمد زماں راسخ سرهندي کے شاگرد هیں ، جیسا که اُنہوں نے مثنوي میں ایک جگه اس کا اعتراف بھي کیا هی " *

اِسي طرح مجھے معلوم هوا تھا که فن موسیقي میں ایک کتاب "راگ درپن" نام حضرت امیر خسرو کے زمانه میں تصنیف هوئي هی — اس نام کا ایک قلمي نسخه فارسي زبان میں مجھے ندوۃالعلما لکھنو کے کتب خانه سے بہم پہنچا جس کے دیکھنے سے معلوم هوا که یہه کتاب ایک شخص هنونت نامي نے راجه مان سنگه والي گوالیار کي فرمایش پر سنسکرت زبان میں لکھي تھي جس کا ترجمه فقرالله نامي ایک شخص نے سنه ۱۰۷۳ هجري میں زبان فارسي کیا جو راگ درپن کے نام سے مشہور هی – یہه کتاب نہایت قابل قدر هی اور میرا قصد هی که اسي سلسله میں ترتیب کلیات سے فارغ هوکر اس کتاب کو بھي شائع کروں ، چنانچه میں نے اس کي نقل کرالي هی *

اُن کتابوں کے علاوہ ایک کتاب مسمی به " خیالات خسرو " کي نسبت مجھے پته لگا تھا که یہه امیر خسرو کي تصنیف هی مگر رام پور کے کتب خانه میں اس نام کا ایک رساله موجود تھا جس کے دیکھنے سے ثابت هوا که وہ حضرت امیر خسرو کے زمانه سے بہت بعد کي تصنیف هی ، اور چونکه اس کتاب کے شروع میں الفاظ " خیالات خسرو " واقع هوئے هیں غالباً اسي لحاظ سے اُس کو امیر خسرو سے منسوب

کردیا گیا *

ایک قلمی نسخہ بہ نام "رقعات امیر خسرو" میرے ایک لکھنوی دوست نے مجھے دیا تھا - مگر اس کی بابت بھی یہی تحقیق ہوا کہ وہ غیر کا کلام ہی — ریاست حیدرآباد سے دو نسخے قلمی "رقعات حضرت امیر خسرو" کے نام سے آئے تھے - ان نسخوں کو ملاحظہ کرکے میرے دوست مولوی شیخ بشیرالدین صاحب رئیس میرٹھہ نے (جن کا سا علمی مذاق فی زماننا مسلمانوں میں کم پایا جاتا ہی) مجھے مندرجہ ذیل نوٹ لکھکر دیا تھا :—

"میں نے ہر دو جلد رقعات کو (جو کتب خانہ اصفیہ سے آئی ہیں اور حضرت امیر خسرو دہلوی رح سے منسوب ہیں) معائنہ کیا - ایک کتاب میں اول ورق اور چند اوراق دیگر مقامات سے کم ہوگئے ہیں - اس وجہ سے بادی‌النظر میں یہہ شبہہ ہوتا ہی کہ یہہ دو جدا جدا کتابیں ہیں، مگر حقیقت میں یہہ دونوں کتابیں ایک ہی نسخہ کی نقلیں ہیں - پہلے معائنہ ہی میں عبارت کتاب کی طرز سے یہہ معلوم ہوجاتا ہی کہ یہہ حضرت امیر کا کلام نہیں - خصوصاً دیباچہ کے عنوان سے پورے طور پر واضح ہوجاتا ہی کہ مصنف مکتوبات کوئی دوسرے بزرگ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب کو تیمناً و تبرکاً حضرت امیر خسرو کی مثنوی سے شروع کیا ہی - دیباچہ کی عبارت یہہ ہی :

"عنوان نامۂ خیالات از مثنوی صاحب کمالات صوری و معنوی امیر خسرو دہلوی بیاراست" *

اس کے علاوہ رقعات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مصنف نے بہت سے مختلف شعراء کے اشعار ان رقعات میں تحریر کیے ہیں - حضرت امیر خسرو نے جو غیور طبیعت پائی تھی اُس سے یہہ امر بعید

معلوم ہوتا ہی کہ وہ اپنے کلام کی تزئین دیگر شعرا کے اشعار سے فرماتے تھے
پھر یہہ کہ جن شعراء کا کلام نقل کیا گیا ہی اُن میں بعض حضرات
مثل خواجہ حافظ شیرازی و مولانا جامی رح و عرفی شیرازی حضرت
امیر کے بہت بعد ہوئے ہیں - ان شعراء کے چند اشعار یہاں نقل کرتا
ہوں جو ان رقعات میں درج ہیں :

خواجہ حافظ شیرازی رح

صفحہ ۳ — ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

" کشتی شکستگانیم اے باد شرط بر خیز
باشد کہ باز بینیم آں یار آشنا را

صفحہ ۱۸ — زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست
تا درمیان خواستہ کردگار چیست

صفحہ ۲۳ — آسایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرفست
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

صفحہ ۲۹ — مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

ان کے علاوہ اور بہت سے اشعار حضرت حافظ رح کے ان رقعات میں
جا بجا منقول ہیں *

اشعار مولانا جامی رح

صفحہ ۱۹ — چیست میدانی صدائے چنگ و عود
انت حسبی انت کافی یا ودود

آہ ازیں مطرب کہ از یک نغمہ اش
آمدہ در رقص ذرات وجود

نیست در افسردگاں ذوق سماع

ورنہ عالم را گرفت است ایں سرود

رباعي

صفحہ ۱۵ — همسایۂ و همنشیں و همرہ همہ اوست

در دلق گدا و اطلس شہ همہ اوست

در انجمن فرق و نہاں خانہ جمع

باللہ همہ اوست و ثم باللہ همہ اوست

عرفي شیرازي

چناں بانیک و بد عرفي بسر کن کز پس مردن

مسلمانت بہ زمزم شوید و هندو بسوزاند

علاوہ ازیں دو موقعوں پر حضرت امیر رح کا کلام بھي نقل کیا گیا هی؛ اور اُس عبارت سے واضح هی کہ نقل کرنے والا کوئي دوسرا شخص هی *

صفحہ ۳۴ — و خوشتر ازیں بشنو قول امیر خسرو

هر کہ قانع شد بہ خشک و تر شہ بحر و براست

صفحہ ۴۱ پر حضرت امیر کا کلام اس طرح نقل کیا گیا هی

نازم بآں دلے کہ از شعلہ عشق افروختہ بہ آتش محبت سوختہ باشد چنانچہ امیر خسرو میفرماید

رباعي

از آتش عشق هر کہ افروختہ نیست

با او سر سوزن دلم دوختہ نیست

گر سوختہ دل نۂ زما دور کہ ما

آتش بہ دلے زنیم کو سوختہ نیست

حافظ شیرازي، مولانا جامي اور عرفي کا زمانہ حضرت امیر خسرو کے بعد ہوا ھی- حضرت امیر خسرو کا سنہ رحلت سنہ۷۲۵ ھجري ھی اور آپ کي تاریخ رحلت یہہ ھی :

خسرو دھلوي بحکم خدا * بشب جمعہ شد ز دار فنا
عمر ھفتاد وپنج سالش بود * کانزماں شد بدر گہ معبود
ھیز دھم بود از مہ شوال * کہ گذشتہ ازیں جہان ملال
خسرو دھلوي بہشتي بود * سال نقلش بگو کہ چشتي بود
۷۲۵ ھجري
سال نقلش خرد عیاں ونہفت * باز شکر مقال طوطي گفت
۷۲۵ ھجري

حضرت مولانا جامي رح کا سنہ رحلت سنہ ۸۹۹ ھجري ھی اور آپ کي تاریخ رحلت یہہ ھی :

افصح بے نظیر جامي بود * بکمالات علم نامي بود
همہ تصنیف آں معلے شان * عدد جام شد رقم برخوان
۴۴
ھاتفم گفت سال رحلت او * جاے جامي بہشت عدن بگو
۸۹۹ ھجري

عرفي شیرازي کا زمانہ سنہ ۱۰۰۰ ھجري کا ھی اور خواجہ حافظ شیرازي رح کا سنہ وفات سنہ ۷۹۱ ھجري ھی اور آپ کي تاریخ وفات "خاک مصلے" سے نکلتي ھی *
۷۹۱

اس تمام تشریح کے بعد ناظرین پر یہہ بخوبي ثابت ہوجائیگا کہ یہہ رقعات حضرت امیر خسرو دھلوي کی تصنیفات سے نہیں ھیں"*

خلاصہ بحث یہہ ھی کہ ایک طرف تو ایک ایک نسخہ کے متعدد نام ھیں — دوسری طرف غیروں کی تصنیفات کسی نہ کسی طرح حضرت امیر خسرو سے منسوب ہوگئیں — ایسی حالت میں تعین تعداد تصانیف خسروی میں اختلاف کا ہونا لازمی تھا — مگر میری توجہ شروع سے اس طرف مائل رھی ھی کہ کوئی ایسی کتاب جو بلحاظ شہرت امیر خسرو سے منسوب ھو (مگر حقیقت میں اُن کا کلام نہ ھو) وہ جزو کلیات نہ ھو — اور اس وجہ سے یہہ اھتمام کیا گیا ھی کہ نقل ھونے سے پہلے ھر ایک نسخہ کی نسبت اطمینان کرلیا جاتا ھی کہ وہ حضرت امیر کی تصنیف ھی اور اس غرض سے یہہ نسخے اول ایسے قابل اعتماد حضرات کو ملاحظہ کرادیئے جاتے ھیں جو فارسی شاعری کا صحیح ذوق رکھتے ھیں ؛ جن کی مختلف طبقوں کے شعراء کے کلام پر نظر ھی اور جو فارسی علم ادب کی تاریخ سے واقف ھیں *

حضرت امیر خسرو کی تصنیفات کی تلاش میں یورپین مستشرقین کے مختلف تذکروں کا مطالعہ کیا گیا ھی — بہت سے اُن تذکروں کی فہرست جن کا حوالہ اول الذکر کتابوں میں درج ھی یا خود فارسی تذکروں میں ملتا ھی اس مقام پر درج کرنا خالی از دلچسپی نہوگا و ھوھذا :— خزانہ عامرہ — نفحات الانس — تذکرہ خوشگو — شمع انجمن — تذکرہ نساج — تاریخ فرشتہ — تذکرہ عرفات اوحدی — تذکرہ شعراء دولت شاہ سمرقندی — مجمع النفائس — تذکرہ مخزن الغرائب — ریاض الشعراء — بہارستان سخن — تذکرہ والہ داغستانی — مآثرالامرا — جواھر الاسرار — ھفت اقلیم — بت خانہ — آتشکدہ — خلاصۃ الکلام — مجالس النفایس — خلاصۃ الاشعار — ھمیشہ بہار — تذکرہ ندرت — خلاصۃ الافکار — تاریخ بداؤنی — تذکرہ طبقات الشعراء قدرت اللہ قدرت *

اُن میں سے بعض تذکرے میں نے فراہم کیئے مگر اکثر باوجود کوشش بلیغ اس وقت تک هندوستان میں دستیاب نہیں هوسکے مگر ان تذکروں میں سے کسی میں سواے اُن کتابوں کے ناموں کے جن کی تعداد ۳۵ سے متجاوز نہیں هی اور کسی تصنیف کے نام کا پته نہیں چلتا *

اسی تحقیقات کے سلسله میں مجھے ایک دوست نے اطلاع دی تھی که بزرگوں سے سنا هی که حضرت امیر خسرو نے شیخ سعدی کی گلستان کا ترجمه عربی زبان میں کیا تھا، مگر مجھے کسی تذکرہ سے اس کی تصدیق نہیں هوئی *

سب سے زیادہ افسوس اس بات کا هی که حضرت امیر کے هندی کلام کا بالکل سراغ نہیں چلتا - میں نے سکرٹری صاحب ناگری پرچارنی سبھا بنارس کو بھی خط لکھا تھا که اگر آپ کے سلسله تحقیقات میں خسرو کا کوئی هندی کلام ملا هو تو مطلع کیا جاوے - مگر جواب حسب مراد نہیں ملا - مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے بمقام دهلی مجھے اطلاع دی تھی که ایشیاٹک سوسائیٹی آف بنگال کے کتب خانه میں هندی کا بہت سا کلام پہیلیوں اور کہه مکرنیوں کی صورت میں موجود هی - میں اسی شوق میں اس سوسائیٹی سے عرصه تک مراسلت کرتا رها - اور بالاخر آنریبل جسٹس سر آسوتوش مکرجی اور ڈاکٹر المامون صاحب سہروردی کی توجه اور ان دونوں بزرگوں کی تحریک و تائید سے ایشیاٹک سوسائیٹی کے ممبری کی عزت بھی مجھے حاصل هوگئی - مگر باوجود پیهم استفسارات کے کسی هندی کلام کا پته اس وقت تک وهاں نہیں چلا - ڈاکٹر المامون سہروردی صاحب نے جو ایشیاٹک سوسائیٹی کے پہلے هندوستانی فائلوجکل سکرٹری هیں از راہ عنایت میری استدعا پر اُن تمام مولوی صاحبان کو خاص هدایت بھی کردی

ھی جو سوسائیٹی کے زیر ہدایت ملک میں دورہ کرنے پر مامور ہیں — اور مختلف لائبریریوں کا معائنہ کرتے رہتے ہیں کہ جہاں کہیں حضرت امیر کے کلام کا پتہ لگے فوراً مجھے اطلاع دیدیں — نیز عمال سوسائیٹی کو یہہ ہدایت بھی کردی کہ سوسائیٹی کے جس قدر نسخے تصنیف امیر خسرو کے مستعار باہر گئے ہوں وہ سب واپس طلب کرلیئے جائیں — ڈاکٹر صاحب موصوف کی عنایت سے سوسائیٹی کے چیف ریسرچ مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے مجھے بہت سی مفید اطلاعیں بھی بھیجیں — مگر ھندی کلام کی تلاش میں ہنوز کوئی کامیابی نہیں ہوئی — مولوی سید احمد صاحب مولف فرہنگ آصفیہ نے مجھے اطلاع دی تھی کہ ھندی کی بہت سی پہلیاں اور کہہ مکرنیاں وغیرہ صاحبزادہ میر رستم علی صاحب کے پاس تہیں اور اب وہ نسخہ صاحبزادہ میر شرف الدین صاحب کے پاس ھی جو اُن کے قرابت دار ہیں اور درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں قیام فرماھیں میں نے مولانا حسن نظامی صاحب سے استدعا کی کہ وہ اس نسخہ کی تلاش میں مجھے مدد دیں — نیز مولانا عبدالواحد صاحب واحدی ایڈیٹر رسالہ نظام المشایخ دھلی کی خدمت میں تصدیعہ دیا کہ وہ مقامی قوالوں سے حضرت امیر کا ھندی کلام جمع کرنے کا اھتمام فرماسکیں تو میں اس کوشش کے تمام مصارف ادا کرنے کے لیئے تیار ھوں — اس کے بعد اسی تلاش و جستجو میں خود بھی دوبار دھلی پہونچا اور حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ میں حاضر ہوا — نیز تمام اسلامی اخبارات میں کئی بار اعلانات شایع کیئے — لیکن یہہ سب کوشش اس وقت تک ناکام ثابت ہوئی ھی تذکرہ آب حیات میں مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم نے کچھہ نمونہ امیر خسرو کے ھندی کلام کا نقل کیا ھی مگر اس تذکرہ

سے یہہ پتہ نہیں چلتا کہ اُس کلام کا ماخذ کیا ہی — مولوی حبیب الرحمن‌خاں صاحب شروانی رئیس بھیکم پور (جن کی ہمدانی اور علمی قابلیت مسلمہ ہی اور جن کی امداد اس کام میں شروع ہی سے میری کمزور سعی کے شامل حال رہی ہی) بجواب میرے استفسار کے اطلاع دی تھی کہ مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم نے نظام اُردو کی ایک تاریخ لکھی ہی اور اُس میں حضرت امیر کے ہندی کلام کے حوالے درج ہیں — میں نے اس تاریخ کا پتہ چلانا چاہا مگر اُس کا کوئی حال دریافت نہ ہو سکا ٭

۵ — تلاش تصنیفات

با اقبال زندہ قوموں کی علامات زندگی میں سے ایک یہہ علامت بھی ہوتی ہی کہ وہ علم کی توسیع و اشاعت اور قوم کی اخلاقی و ذہنی ترقی مدنظر رکھہ کر اپنے موجود الوقت علما اور مصنفین کے قدر شناسی اور حوصلہ افزائی کے سلسلہ میں اپنی قوم نیز دوسری قوموں کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس پیشتر کے گذرے ہوئے شعرا اور مصنفین کے حالات زندگی معلوم کرنے اور اُن کی تصانیف کا پتہ لگانے اور شائع کرنے اور اُن کی عالمگیر شہرت جس کے وہ ہر طرح مستحق ہیں قایم کرنے اور قایم رکھنے میں غیر معمولی جدو جہد سے کام لیتے ہیں — مغربی قومیں (خواہ انگریز ہوں یا فرانسیس یا جرمن) ہرگز ہرگز اپنی قوم کے مشہور مصنفین کے کلام کو ضائع نہیں ہونے دیتیں — طویل یا مختصر جو کچھہ ہاتھہ لگ جاتا ہی سب کو چھاپ کر زندہ رکھتی ہیں یہاں تک کہ چار لفظوں کا ایک رقعہ بھی مل جاوے تو اُسے بھی بچاتے ہیں اور ٹائپ کے ذریعہ سے محفوظ کردیتے ہیں — یورپ کے ممالک میں زمانہ ماضی کے مشاہیر اہل تصنیف کی سوانح عمری

معلوم کرنے اور اُن کا کلام جمع کرنے کا شوق اب اس درجہ تک بڑھ گیا ھی کہ انگلستان کے مشہور شاعر شیکسپیر کی سوانح عمری لکھنے والے ایک فاضل انگریز نے لکھا ھی کہ " اس زمانہ میں ھم اس عہد کا تصور باندھنے سے بھی قاصر ھیں جبکہ مصنفین کی سوانح عمریوں سے اهل ملک کو کوئی دلچسپی نہوا کرتی تھی اور جبکہ باوجود اپنے کلام کے مقبول عام ہونے کے شاعر کی خاطر خواہ قدر و منزلت نہ کی جاتی تھی۔ یونان کے شہرۂ آفاق شاعر ھومر کو دنیا سے رخصت ہوئے ھزاروں برس گذر گئے مگر یورپ میں اُس کے کلام کی تازہ شرحیں آج بھی شوق کے ساتھ لکھی اور پڑھی جاتی ھیں — جن شہروں اور مقامات کا اُس کے کلام میں ذکر آگیا ھی علمی حلقوں میں اُن کے کھنڈرات اور محل وقوع کی بابت محققانہ بحث و مباحثہ کا سلسلہ اب تک جاری ھی۔ بعض انگریزی شعراء نے سینکڑوں برس پیشتر اپنے کلام میں اگر کسی جھیل یا تالاب یا پہاڑی یا ندی کا ذکر کردیا ھی تو اُن مقامات کو سوانح نویسوں کی بدولت آج تقدس کا وہ درجہ نصیب ہوگیا ھی کہ وہ مقامات آج زیارت گاہ عام و خاص بنے ہوئے ھیں — اُن شعراء کے سکونتی مکانوں کی جگہ معین کرنے میں بڑی بڑی محققانہ تلاش و جستجو کی گئی ھی — اُن کے دستخطی خطوط یا مسودات اگر اتفاق سے کہیں مل جاتے ھیں تو ھزارھا روپیہ کی قیمت دے کر اُن کو حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ھی اور ملک میں اُن تحریروں کے فوٹو شائع کئے جاتے ھیں — پرانے مصنفین کا کلام نہ صرف تمام و کمال جمع کرلیا جاتا ھی بلکہ اُن کی ھر ھر تالیف و تصنیف کی تحریر کا وقت اور زمانہ مشخص کیا جاتا ھی — تصانیف کی تقدیم و تاخیر اور اُن کے مضامین کی بناپر شعراء و مصنفین

کے هزارها صفحوں کے طول طویل سوانح عمریاں مرتب هو جاتي هیں اور اُن کي عادات و خصائل پر مختلف پہلوؤں سے روشني ڈالي جاتي هي — شاہ همایوں کي همشیرہ گل بدن بیگم کي لکھي هوئي تاریخ "همایوں نامہ" کے چند اوراق قلمي انگلستان کے برٹش میوزیم کي لائبریري میں موجود تھے — اس قلمي نسخہ کي تکمیل کي غرض سے ایک خاص ماهر فن مستر بیوریج هندوستان بھیجے گئے اور وہ تمام هندوستان کي لائبریریوں میں مکمل نسخہ کي تلاش میں سرگرداں رهے — میرے زمانہ مستقل قیام رام پور میں یہہ صاحب میرے بھي مہمان رهے تھے اور اس کتاب کي بابت مجھہ سے اور اُن سے بہت کچھہ گفتگو هوئي تھي — بالاخر یہہ صاحب اپنے نسخہ کو مکمل کرکے انگلستان واپس گئے — زندہ قوموں کي اس کارروائي سے ملک میں مفید تصنیف و تالیف کي جو ترغیب و تشویق هوتي هي وہ محتاج بیان نہیں — مگر هم هندوستانیوں نے اب تک اپنے بڑے بڑے شعراء و علماء کے مقبول عام کلام میں سے کسي ایک کا بھي پورا کلام جمع اور طبع نہیں کیا — یہاں تک کہ امیر خسرو جیسے کثیرالتصنیف مصنف کے اردو، هندي اور فارسي کلام کا بڑا حصہ تلف هو گیا — منجملہ اور علامات کے یہہ بھي ایک علامت هم مسلمانوں کي تیرہ بختي کي هي — هندوستان میں زبان اُردو کا تحفظ اور اس زبان کي ترقي مسلمانوں کي قومیت کے تحفظ کي ضمانت هي — اور زبان اردو کي حفاظت اور ترقي کا دار و مدار اس پر هي کہ قدماء کا فارسي اور عربي کلام محفوظ کیا جائے — جو لوگ یورپین علوم و فنوں کي اُردو زبان کے ذریعہ سے تعلیم هونے کے حامي هیں اور وہ بالکل حق بجانب هیں — اُن کا پہلا فرض یہہ

هونا چاهیئے که فارسي لٹریچر کي حفاظت کا کام پوري سرگرمي سے فوراً شروع کردیں — کس قدر افسوس کا مقام هی که حضرت امیر خسرو کے کلام کي تلاش سب سے زیاده مشکل کام ثابت هوا — اور کام شروع کرنے کي غرض سے هندوستان کے اس سب سے بڑے مسلمان شاعر و مصنف کے کلام کي تلاش میں سب سے پہلے یوروپین لائبریوں کا دروازه کهٹکهٹانے کي ضرورت پیش آئي اور تصنیفات خسروي کي پہلي فہرست لندن کي انڈیا آفس لائبریري کے قلمي فارسي نسخوں کے کٹلاگ سے مرتب هوسکي *

ایک هم هیں که لیا اپني بهي صورت کو بگاڑ

ایک وه هیں جنهیں تصویر بنا آتي هی

یہه کٹلاگ (فہرست) انڈیا آفس لائبریري میں سنه ۱۹۰۳ ع میں مرتب هوا تها - اس کے مطابق اس لائبریري میں مندرجه ذیل ۳۸ قلمي نسخے منجمله تصانیف حضرت امیر خسرو کے موجود هیں :—

دواوین (۱) تحفةالصغر (۲) وسط الحیوة (۳) دیباچه غرةالکمال (۴) دیوان غرةالکمال یا کتاب الکمال (۵) بقیه نقیه *

خمسه (۶) مطلع الانوار (۷) خسرو شیریں (۸) مجنوں لیلے (۹) هشت بہشت (۱۰) آئینه سکندري *

مثنویات (۱۱) قرآن السعدین (۱۲) خضر خاني یا عشیقه (۱۳) نه سپہر (۱۴) مفتاح الفتوح یا فتح الفتوح یا فتح نامه (۱۵) مجموعه مثنویات *

متفرق (۱۶) مجموعه رباعیات (۱۷) مجموعه غزلیات (۱۸) قصیده امیر خسرو متضمن حقیقت شاه نامه فردوسي *

کلام نثر (۱۹) رسائل اعجاز یا اعجاز خسروي (۲۰) انشاء خسرو
جس میں صوفیانہ رنگ کے رقعات ھیں اور گویا رسائل
اعجاز کا تتمہ ھی (۲۱) احوال امیر خسرو *

باقي ۱۷ قلمي نسخے مندرجہ بالا نسخوں کے مکررات ھیں —
مثلاً کلیات کے نام سے ۳ نسخے ھیں جو بالترتیب سنہ ۸۹۹، سنہ ۹۳۳
اور سنہ ۱۰۰۸ ھجري کے لکھے ھوئے ھیں — قران السعدین کے سات
نسخے درج ھیں، خمسے کے پانچ نسخے، مطلع الانوار اور ھشت
بہشت کے دو دو نسخے ھیں *

یہہ سب سے بڑي فہرست ھی جو کسي ایک جگہ امیر خسرو
کے کلام کي مل سکي اور اس وقت تک تحقیقات سے یہہ بھي ثابت
ھوا کہ انڈیا آفس لائبریري کي بہ‌نسبت تعداد میں زیادہ اور کسي
ایک لائبریري میں امیر خسرو کا کلام جمع نہیں ھی — ھندوستان کي
مشہور لائبریوں میں سے شاھان اودہ کے کتب خانوں کي جو فہرست
سنہ ۱۸۵۴ ع میں ڈاکٹر اسپرنگر نے مرتب کي تھي اُس کے مطابق
ان کتب خانوں میں بھي کوئي ایسي تصنیف نہیں تھي جو اوپر کي
فہرست میں شامل نہو — بانکي پور کي لائبریري میں مذکورہ بالا
فہرست سے صرف ایک دیوان یعني (۲۲) دیوان نہایت‌الکمال زیادہ
ھی جس کو اس کتب خانہ کي فہرست مرتبہ ڈاکٹر ڈینزن راس
(۱۹۰۸ ع) میں امیر خسرو کا پانچواں دیوان ظاھر کیا گیا ھی ،
اور جس کا ایک قلمي نسخہ حبیب گنج ضلع علي گڈہ کي لائبریري
میں بھي موجود ھی — نیز ایک قلمي نسخہ لندن برٹش میوزیم کے
کتب خانہ میں بھي ھی اور حال میں یہہ دیوان دھلي میں چھپ کر
شائع ھوا ھی — لندن برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں بھي انڈیا

اقس کے کتب خانہ سے زائد اور کوئی نسخہ نہیں ہی - ایشیاٹک سوسائیٹی کے چیف ریسرچ مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے براہ مہربانی مجھے باڈلین لائبریری ' کتب خانہ برلن ' کتب خانہ خدیو مصر ' کتب خانہ ٹیپو سلطان ' کتب خانہ ایشیاٹک سوسائیٹی کلکتہ ' کیمبرج یونیورسٹی لائبریری ' کتب خانہ حاجی حبیب اللہ صاحب واقع نیلور ' کتب خانہ شمس العلماء قاضی عبداللہ صاحب واقع مدراس کی فہرست تصانیف امیر خسرو مجھے عنایت کی - مگر ان میں سے کسی کتب خانہ میں کسی نئی تصنیف کا وجود نہیں پایا گیا - حبیب گنج ضلع علیگڈھ میں مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس بھیکم پور کی لائبریری ہی جس میں بعض نادر الوجود قلمی نسخے ہیں مگر یہاں بھی کسی نئے نسخے کا پتہ نہیں چلا - ریاست رام پور کے کتب خانہ میں میں خود حاضر ہوا - اس میں (۲۳) خزائن الفتوح کا ایک ایسا نسخہ برآمد ہوا جو مذکورہ بالا کتب خانوں میں موجود نہیں ہی - ریاست حیدرآباد کے کتب خانہ آصفیہ میں حضرت امیر خسرو کی تصانیف میں سے دو نئے نسخے (۲۴) نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث و (۲۵) افضل الفوائد دستیاب ہوئے - ان (۲۵) نسخوں کے علاوہ (۲۶) خالق باری مشہور کتاب ہی جس کی نسبت کہا جاتا ہی کہ پہلے یہہ ایک ضخیم کتاب کئی جلدوں میں تھی - اب جو کتاب بچوں کو اوائل عمر میں پڑھائی جاتی ہی وہ اُس کا مختصر اقتباس ہی (۲۷) قصہ چہار درویش فارسی جس کا اُردو ترجمہ باغ و بہار ہی حضرت امیر خسرو سے منسوب کیا جاتا ہی *

مندرجہ ذیل تصانیف کے نام مختلف تذکروں اور اثناء تحقیقات میں براہ راست یا اُن بیشمار خطوط کے جواب میں جو اطراف ملک

میں تصانیف کا پتہ لانے کی غرض سے بھیجے گئے تھے علم دوست حضرات کے مراسلوں سے معلوم ہوئے *

(۲۸) بازنامہ (۲۹) اسپ نامہ یافرسنامہ (۳۰) بحر العبر (۳۱) مراۃ الصفا (۳۲) شہر اشوب یا مجموعہ رباعیات برطبق حالات اہل حرفہ (۳۳) تغلق نامہ (۳۴) تاج الفتوح (۳۵) تاریخ دھلی (۳۶) مناقب ھند (۳۷) حالات کنھیا و کرشن (۳۸) مکتوبات امیر خسرو (۳۹) جواھر البحر (۴۰) مقالہ (حالات خلفاے اربعہ) (۴۱) راحت المحبین (۴۲) رسالہ ابیات بحث (خسرو و حاجی) (۴۳) شگرف بیان (۴۴) ترانہ ھندی (۴۵) مناجات خسرو *

منجملہ نسخہ جات مذکورہ بالا کے باز نامہ ، اسپ نامہ ، بحرالعبر مراۃالصفا خاص خاص قصائد اور مثنویوں کے نام ھیں جو حضرات امیر کے دیوانوں کا جزو ھیں — اور یہہ چاروں ریاست رام پور کے کتب خانہ میں دستیاب ہوئے – شہر آشوب کی نقل لکھنؤ سے بہ توجہ شیخ بشیر الدین صاحب رئیس میرٹھہ حاصل ہوگئی — تغلق نامہ کی بابت صرف اتنا پتہ چلتا ھی کہ اس کا ایک قلمی نسخہ میر مہدی حسن صاحب مجروح دھلوی کے پاس تھا – باقی اور نسخوں کی بابت اب تک یہہ بھی معلوم نہیں ھوسکا کہ یہہ تصانیف اس ملک میں کہاں موجود ھیں اور اُن کی اصل یا نقل کیونکر دستیاب ھوسکتی ھی *

مجھکو احباب کی زبانی یا اثناء مراسلت میں اگر ذرا بھی معلوم ھوا کہ فلاں صاحب سے کچھہ نہ کچھہ سراغ تصنیفات حضرت امیر خسرو کا ملےگا تو میں نے اُن حضرات سے پیہم مراسلت کرنے اور یاد دھانیاں بھیجنے میں کبھی تساھل نہیں کیا — اس کے علاوہ دھلی ، لکھنؤ ،

میرٹھ ، آگرہ ، کلکتہ ، پٹنہ ، بانکی پور ، کوئٹہ ، پشاور ، کشمیر ، بمبئی
اور مدراس کے ممتاز مسلمانوں کی خدمت میں نیز ریاست
بھوپال، ٹونک ، لوهارو اور پٹودی کے معززین کی خدمت میں بطور خود
بہت سے خطوط بھیجے — اور اسلامی اخبارات میں متواتر مضامین
شائع کرکے علم دوست حضرات کو اس کام کی طرف متوجه کرتا رہا —
اور آخر کار مالکان مطابع و متعلقین کتب خانہ جات کی توجه
تلاش کی طرف مائل کرنے کی غرض سے ایک انعامی اعلان بھی
تمام اخبارات میں شائع کرایا اور اس اعلان کی کاپیاں فرداً فرداً
بہت سے مطابع اور کتب خانوں کو بھیجیں - اس میں لکھا گیا تھا
کہ جو صاحب کسی نئی تصنیف کے نام اور صحیح پتہ سے اطلاع
دینگے تو هر تصنیف کی بابت مطلوبہ اطلاع کے عوض پانچ روپیہ انعام
دیا جائے گا — اور بعد میں اس انعام کی مقدار بڑھا بھی دی تھی -
مگر اس اعلان کے جواب میں بھی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی —
اس موقع پر یہہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے کرم فرما
حافظ احمد علی خاں صاحب " شوق " افسر کتب خانہ و سپرنٹنڈنٹ
کارخانجات ذات خاص سرکار رامپور نے میری استدعاء پر مختلف
کتابوں سے نقل کراکے اور بعض جو زبانی لوگوں کو یاد تھیں جمع
کرکے امیر خسرو کی پہیلیوں کا ایک مجموعہ مرحمت فرمایا ھی
جو موجود ھی اور اپنے والد صاحب مرحوم کی بیاض سے ایک نظم
موسوم بہ " گہتریال خسرو " نقل کرکے عنایت فرمائی تھی جس
میں انگلیوں کے ذریعہ سے شناخت اوقات کا طریقہ نظم کیا گیا ھی
اس کی نسبت موصوف نے تحریر فرمایا تھا کہ مجھے بہہ تحقیق
نہیں کہ یہہ نظم حضرت امیر خسرو کی ھی یا نہیں — میں نے

اس کو اخبار میں شائع کرکے دریافت کیا تھا کہ اس نظم کی بابت اگر کسی صاحب کو کچھہ تفصیل معلوم ہو تو مطلع فرمائیں — مگر اس وقت تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی *

٦ — فراہمی کتب

سب سے پہلے وہ کتابیں جو طبع ہو چکی ہیں قیمتاً خریدی گئیں - حضرت امیر خسرو کی تصنیفات میں سے سب سے زیادہ تعداد مطبع نولکشور نے چھاپ کرشایع کی ہی — اس مطبع سے کتب ذیل خریدی گئیں :—

(١) مطلع الانوار (٢) لیلی مجنوں (٣) ہشت بہشت (٤) قران السعدین (٥) خالق باری (٦) کلیات خسرو (جس میں چار دیوانوں کی منتخب غزلیات ہیں) (٧) اعجاز خسروی *

کتب خانہ نظامیہ دہلی واقع درگاہ حضرت محبوب الہی سے (٨) دیباچہ غرۃ الکمال (٩) دیوان نہایت الکمال (١٠) اور آئینہ سکندری ؟ تین نسخے خریدے گئے *

علی گڈہ کے ایک تاجر کتب سے نسخہ (١١) نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث خرید ہوا *

دہلی درگاہ حضرت محبوب الہی سے ایک نسخہ قلمی (١٢) افضل الفوائد کا اور (١٣) ایک مجموعہ قلمی غزلیات کا دستیاب ہوا *

مدرسۃ العلوم علی گڈہ کی لائبریری سے مندرجہ ذیل ٨ قلمی نسخے مستعار لئے گئے :—

(١٤) خزائن الفتوح (١٥) اعجاز خسروی (١٦) مجموعۂ قصائد خسروی (١٧) مثنوی نہ سپہر (١٨) مثنوی عشقیہ (١٩) مثنوی لیلی مجنوں (٢٠) مثنوی ہشت بہشت (٢١) مثنوی مطلع الانوار *

سید آل عبا صاحب مارهروي نے دونسخے قلمي مستعار عنایت فرمائے (۲۲) خزائن الفتوح (۲۳) سکندر نامه خسروي *

ان کے علاوہ ذیل کے نسخے مختلف مقامات سے هدیۃً یا مستعار حاصل هوئے:—

عطیه نواب عماد الملک بہادر : خمسه خسروي قلمي جس میں (۲۴) مطلع الانوار (۲۵) لیلی مجنوں (۲۶) سکندر نامه اور (۲۷) هشت بہشت شامل هیں — اس جلد میں مثنوي شیریں خسرو شامل نہیں هے — نواب عماد الملک بہادر نے ارشاد فرمایا هے که جب یه خمسه ترتیب کلیات خسروي کے کام سے فارغ هو جاوے تو جناب ممدوح کي طرف سے هدیۃً مدرسة العلوم علي گڈه کي لائبریري کو دیدیا جاوے *

عطیه دیوان مبارک سنگهه صاحب کارندہ ریاست دولت پور ضلع بلند شہر — یه قلمي نسخه خمسه کا منشي مبارک سنگهه صاحب نے از راہ مہرباني هدیۃً مجھے عنایت فرمایا — اس میں پانچوں مثنویاں شامل هیں یعني (۲۸) مطلع الانوار (۲۹) شیریں خسرو (۳۰) لیلی مجنوں (۳۱) سکندر نامه (۳۲) هشت بہشت *

مستعار از کتب خانه دیو بند : (۳۳) نسخه نصاب مثلث و بدیع العجائب قلمي و (۳۴) قران السعدین مطبوعه قدیم *

مستعار از کتب خانه مولانا شبلي مرحوم واقع اعظم گڈه موسوم به دار المصنفین : (۳۵) دیوان غرة الکمال قلمي *

مستعار از کتب خانه حبیب گنج : (۳۶) دیباچه غرة الکمال (۳۷) دیوان تحفة الصغر *

مستعار از کتب خانه آصفیه حیدر آباد : (۳۸) خزائن الفتوح (۳۹) مثنوي عشیقه (۴۰) نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث (۴۱) مثنوي قران السعدین (یعني مثنوي در تعریف دهلي)

(۴۲) و (۴۳) افضل الفوائد (دو نسخے ایک قلمی، دوسرا مطبوعہ)

(۴۴) دیوان امیر خسرو جس میں جملہ دواوین کی منتخب غزلیات درج ہیں اور آخر میں پانسو رباعیاں لکھی ہوئی ہیں *

مستعار از کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر : (۴۵ لغایت ۴۹) خمسہ خسروی و (۵۰) غرۃ الکمال *

مستعار از کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال : (۴۹) دیوان بقیہ نقیہ قلمی *

اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہی (۵۱) نسخہ شہر آشوب (رباعیات متعلق اہل حرفہ) کی نقل لکھنؤ سے حاصل ہوئی — اور (۵۲) نظم گہڑیال خسرو اور (۵۳) پہیلیوں کا مجموعہ حافظ احمد علی خاں صاحب شوق افسر کتب خانہ ریاست رام پور نے عنایت فرمایا *

مندرجہ بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہی کہ علی گڈہ میں (جو ترتیب کلیات خسروی کے کام کا مرکز ہی) حسب ذیل نسخے فراہم ہوگئے :—

(۱) مطلع الانوار ۵ (۲) لیلی مجنوں ۵ (۳) ہشت بہشت ۵
(۴) سکندر نامہ ۵ (۵) خسرو شیریں ۴ (۶) قران السعدین ۳
(۷) خزائن الفتوح ۳ (۸) نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث ۳
(۹) افضل الفوائد ۳ (۱۰) دیباچہ غرۃ الکمال ۲ (۱۱) دیوان غرۃ الکمال ۲
(۱۲) دیوان تحفۃ الصغر ۱ (۱۳) دیوان نہایت الکمال ۱
(۱۴) دیوان بقیہ نقیہ ۱ (۱۵) اعجاز خسروی ۲ (۱۶) نہ سپہر ۱
(۱۷) عشیقہ ۲ (۱۸) خالق باری ۱ (۱۹) شہر آشوب ۱ (۲۰) نظم گڑیال ۱
(۲۱) پہیلیوں کا مجموعہ ۱ (۲۲) مجموعہ قصائد ۱
(۲۳) مجموعہ دواوین ۲ *

ان کے علاوہ کتب خانہ ریاست رام پور سے مندرجہ ذیل کتابیں مستعار ملي هیں جن کي باجازت هز هائنس نواب صاحب بهادر دام اقباله زیر نگراني حافظ احمد علي خاں صاحب افسر کتب خانہ ریاست، رام پور میں نقلیں هورهي هیں اور جو نسخے پہلے سے موجود هیں اُن کا بغرض تصحیح صرف مقابلہ هورها هی *

(۱) اعجاز خسروي (۲) کلیات خسرو مسمي به مجموعه دواوین (۳) قران السعدین (۴) مثنوي عشیقه (۵) خمسه خسرو مشتمل بر مطلع الانوار (۶) لیلي مجنون (۷) خسرو شیرین (۸) سکندر نامه (۹) هشت بہشت اور (۶) نصاب بدیع العجائب (۷) خالق باري (۸) بوجهه پہیلي (۹) قصه چهار درویش (۱۰) مجموعه قصائد (جس میں ۶۰۰ قصائد هیں) (۱۱) تحفة الصغر (۱۲) وسط الحیوة (۱۳) بقیه نقیه (۱۴) غرة الکمال (۱۵) مجموعه قصائد و غزلیات (جو ۱۰۰۰ صفحات پر مشتمل هیں) (۱۶) مجموعه دو دیوان قلمي یعني تحفة الصغر و وسط الحیوة ان کے حاشیه پر شیرین خسرو اور قران السعدین لکهي هوئي هیں (۱۷) خزائن الفتوح (۱۸) رباعیات اهل حرفه جس میں وہ رباعیات حضرت امیر خسرو کے بهي شامل هیں جو نسخه شهر آشوب میں درج هیں *

انکلستان کي انڈیا آفس لائبریري میں جو کتابیں موجود هیں — اُن کي فهرست اوپر درج هوچکي هی *

لندن کي برٹش میوزیم میں حسب ذیل نسخے موجود هیں، جیساکہ کتلاگ مرتبه چارلس ریو مطبوعه سنه ۱۸۸۳ ع میں

درج هیں: (۱) کلیات خسرو (۲) دیوان خسرو (۳) خمسہ خسرو (۴) تحفۃ الصغر (۵) وسط الحیوۃ (۶) غرۃ الکمال (۷) بقیہ نقیہ (۸) نہایت الکمال (۹) قران السعدین (۱۰) مفتاح الفتوح (۱۱) خزاین الفتوح (۱۲) مثنوی عشیقہ (۱۳) نہ سپہر (۱۴) رسائل اعجاز (۱۵) مجموعہ غزلیات *

کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں ۳ نسخے موجود هیں: (۱) لیلیٰ مجنوں (۲) آئینہ سکندری (۳) قران السعدین *

کتب خانہ خدیو مصر میں دو مجموعہ دیوان اور ایک جلد خمسہ موجود هیں *

بادلن لائبریری میں ذیل کے نسخے موجود هیں: (۱) وسط الحیوۃ (۲) غرۃ الکمال (۳) بقیہ نقیہ (۴) خمسہ (۵) قران السعدین (۶) نہ سپہر (۷) خضر خانی یا عشیقہ *

کتب خانہ برلن میں موجود هیں: (۱) خمسہ (۲) دیوان خسرو (۳) هشت بہشت (۴) قران السعدین (۵) آئینہ سکندری (۶) مطلع الانوار (۷) شیریں خسرو *

هندوستان کی لائبریریوں میں سے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی لائبریری میں نسخہ جات ذیل موجود هیں: (۱) خالق باری (۲) اعجاز خسروی (۳) خمسہ خسروی (۴) قران السعدین (۵) مطلع الانوار (۶) بقیہ نقیہ (۷) عشیقہ *

بانکی پور لائبریری میں موجود هیں: (۱) تحفۃ الصغر (۲) غرۃ الکمال (۳) نہایت الکمال (۴) قران السعدین (۵) عشیقہ (۶) مطلع الانوار (۷) خمسہ خسروی (۸) دیوان خسرو جس کے اخر میں ۱۷۴ قصاید هیں *

کتب خانہ ٹیپو سلطان میں ھیں : (۱) خمسہ خسرو (۲) قصہ سپہر (۳) قران السعدین (۴) عشیقہ (۵) مطلع الانوار (۶) دیوان خسرو *

کتب خانہ ندوۃ العلما میں : اعجاز خسروي کا ایک قلمي نسخہ موجود هی جونواب ضیاء الدین خاں نیر رخشاں دھلوي مرحوم کے کتب خانہ میں تھا *

حبیب گنج ضلع علیگڈھ کي لائبریري میں ذیل کے نسخے موجود ھیں : (۱) تحفۃالصغر (۲) دیباچہ غرۃالکمال (۳) دیوان نہایۃ الکمال (۴) دیوان قصاید (۵) مجموعہ غزلیات دواوین (۶) خمسہ خسروي (۷) نہ سپہر (۸) عشیقہ (۹) قران السعدین *

---

۷ — انتظام نقل

علي گڈھ میں جس قدر نسخے بہم پہونچ سکے ان میں سے سب کي ایک ایک نقل اس غرض سے کرالي گئي ھی کہ اُس ایک نقل کا مختلف مقامي اور غیر مقامي نسخوں سے مقابلہ ھوکر اُس کي صحت ھوسکے - اس کام کےلیئےدو خوشنویس (جو میرے دفتر کي نگراني میں پورا وقت نقل کے کام پر صرف کرتے رھے) مقرر کیئے گئےتھے- معاوضہ مشاھرہ کي صورت میں بھي دیا گیا اور في جزو مقررہ شرح اجرت بھي ادا کي گئي - دونوں صورتوں میں معاوضہ کے شرح کم سے کم ایک روپیہ اور زیادہ سے زیادہ ڈیڑہ روپیہ في جزو ھوتي ھی *

جو کتابیں کتب خانہ رام پور سے مستعار عنایت ھوئیں اُن کي نقل کا انتظام رام پور ھي میں کرنا پڑا- ایک فارسي داں خوشنویس مہرتہ

سے رام پور بھیجے گئے اور تین مقامی خوشنویسوں کو کتابت کے لیئے مامور کیا گیا - یہہ تینوں حضرات اُن نسخوں کی نقلیں کر رہے ہیں جو علی گڈہ نہیں پہونچ سکے - نیز چونکہ مجموعہ قصاید و مجموعہ غزلیات ورباعیات کا رام پور کی کتابوں میں وافر ذخیرہ ہی ، لہذا مناسب سمجھا گیا کہ ایک بار ان سب کی نقل حاصل کرلی جاوے تاکہ صدر مقام میں مشترک حصے حذف ہوکر غیر مشترک منتخب ہوسکیں - یہاں سے فارغ ہونے کے بعد قصد ہی کہ انشاءاللہ تعالی ہندوستان کے دوسرے کتب خانوں میں اپنے کاتب بھیجکر اُن نسخوں کی نقلیں حاصل کرلی جائیں جن کی پیشتر نقل حاصل نہوچکی ہو *

ستمبر سنہ ۱۹۱۵ ع میں میں نے اس صوبہ کی لوکل گورنمنٹ کو مراسلہ بھیجکر عرض کیا ہی کہ ہم کو کلیات امیر خسرو رح کی نہایت صحت کے ساتھہ ترتیب و اشاعت مقصود ہی - ہندوستان میں جو نسخے ملتے ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف پائے جاتے ہیں - لہذا بنظر صحت یہہ استدعا ہی کہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ سے یا تو مندرجہ ذیل کتب براے چندے مستعار منگادی جائیں ، ورنہ فوتو گرافی نقلیں ان کی بہم پہونچادی جائیں :-

(۱) دیوان امیر خسرو (۲) کلیات امیر خسرو (۳) غزلیات امیر خسرو (۴) مفتاح الفتوح - میں نے گورنمنٹ سے یہہ بھی استدعا کی ہی کہ ڈاکٹر اسپرنگر کی وہ فہرست بھی کسی طرح بہم پہونچائی جاوے جس میں تصانیف خسروی کے ۹۹ نسخوں کی تفصیل درج ہی — اگر گورنمنٹ کی توجہ سے یہہ نقول اور فہرست میسر ہوگئیں تو نسخوں کی تصحیح اور باقی کتابوں کی تلاش میں بہت سہولت ہوجائیگی *

یورپ کی لائبریریوں میں سے کسی میں اب تک کسی ایسے نسخہ کا پتہ نہیں چلا جس کا ما بعد تحقیقات سے ہندوستان کی کسی نہ کسی لائبریری میں سراغ نہ لگایا گیا ہو - لیکن اگر آیندہ کسی نئی تصنیف کا پتہ چلا تو فوٹو کے ذریعہ سے اُن کی نقل حاصل کی جائیگی جس کا معاوضہ بہت گران نہیں ہوتا *

---

۸ — انتظام مقابلہ تصحیح و تنقیح

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم کام مقابلہ خصوصاً تصحیح کا کام ہی - فارسی کا مذاق ملک سے مفقود ہوچکا ہی جو اہل کمال اس علم کے ماہر تھے وہ رفتہ رفتہ سب دنیا سے رخصت ہوگئے - چونکہ حالات موجودہ کے ماتحت علم فارسی کی ملک میں ضرورت اور مانگ نہیں رہی اس لیئے علوم فارسی کی طرف سے اہل ملک کی توجہ ہٹ گئی - خواجہ عزیزالدین صاحب عزیز لکھنوی مرحوم سے (جو اس دور آخر کے مستند فارسی اساتذہ میں سے تھے) میں نے اُن کے زمانہ حیات میں استدعا کی تھی کہ تصحیح کے کام میں کچھہ امداد فرمائیں - مگر جناب مرحوم نے ضعف و علالت کا عذر فرماکر لکھا تھا کہ اگر کوئی نسخہ میرے پاس بھیجدیا جائیگا تو میں اُس کی صحت کی حتی الوسع کوشش کرونگا - مگر قبل اس کے کہ جناب موصوف کے اس وعدہ سے استفادہ ہوسکے اُنہوں نے رحلت فرمائی انا لله و انا الیه راجعون - مولانا حالی مرحوم سے بھی میں نے بھی تحریک کی تھی مگر وہ بھی طویل علالت کے بعد راہی جنت ہوئے — مولانا شبلی مرحوم سے تصحیح کے کام میں مدد ملنے کی بہت زیادہ اُمید تھی - مگر اجل نے اُن کو بھی مہلت نہ دی - جو لوگ باقی ہیں وہ

بھي پا بركاب هيں - اور پيرانه سالي سے معذور هيں - چنانچه مولوي عبد الغني صاحب "غني" جو اس وقت خاص علي گڈه میں قیام پذیر هيں اور فارسي لٹریچر کے ماهر کامل هيں مگر ضعف و علالت کي وجه سے اب هر دماغي کام سے معذور هيں — بايں همه اسباب مخالف ميں نے کافي غوروفکر اور تلاش کے بعد مقابله و تصحيح کا کام ایسے حضرات کے سپرد کیا هي جو میرے علم و یقین میں اس کام کي پوري اهلیت رکھتے هيں - ان سب ميں مقدم مولوي حبيب الرحمن خاں صاحب شرواني رئیس بھیکم پور هيں جن کي نادر لائبریري کا ذکر گذر چکا هي- آپ علوم دین کے علاوہ عربي اور فارسي کے نہایت بلند پایه محقق، نقاد اور فاضل ادیب هيں — آپ کي تاریخي معلومات غیر معمولي، مطالعه بہت وسیع اور رائے نہایت صائب هي — اگر کار و بار ریاست حائل مشاغل علميه نه هوتے اور آپ اپنے کمال علمي کے پرده داري پر اس قدر مصر نه هوتے، تو یقیناً آپ کا شمار بجائے روساے ضلع علي گڈه کے طبقه مشاهیر علما و فضلا میں هوتا - میري استدعا پر آپ نے نہایت مهرباني سے بعض نسخوں کي تصحيح و تنقيح کا کام اپنے ذمه لیا هي *

دوسرے مولوي رشید احمد صاحب " سالم " مولوي فاضل مدرسة العلوم علي گڈه کے پروفیسر فارسي هيں — آپ اعلی فارسي قابلیت کے ساتھه عربي کے بہت اچھے ادیب هيں — فارسي شاعري کا ذوق صحيح رکھتے هيں - فارسي علم ادب کي تاریخ اور اُس کي درجه بدرجه تبدیلیوں سے بخوبي واقف هيں — اور مختلف طبقوں کے شعرا کے کلام پر آپ کي نظر هي — علي گڈه کالج کے ایم اے کے وه طلبه جو فارسي زبان اختیار کرتے هيں مولوي صاحب کے فیض تعلیم سے خاطر خواه مستفیض هوتے هيں *

تیسرے مولوي محمد اسلم صاحب جیراجپوري هیں جو اپني تصانیف کي وجه سے غالباً کسي تعارف کے محتاج نہیں — آپ بهي مدرسة العلوم علي گڈه کے زمرہ اساتذہ میں سے هیں - فارسي کے بہت بلند پایهٔ عالم هیں اور آپ کا مطالعه نہایت وسیع هی *

چوتهے خاں صاحب مولوي محمد اسمعیل صاحب رئیس میرٹهه و پنشنر هیڈ مولوي هیں جن کي مقبول عام تصانیف سرکاري مدارس کے نصاب میں داخل هیں — آپ علم فارسي کے ماهر هونے کے علاوه فن تعلیم میں بهي غیر معمولي دستگاه رکهتے هیں — آپ کا اُردو کلام نظم و نثر دونوں عام کا رتبه حاصل کیئے هوئے هی — آپ اس دور کي زنده یاد گار هیں — اپنے معاصرین میں مذاق فارسي کے لحاظ سے همیشه ممتاز سمجهے گئے هیں — آپ کي ذکي و فهیم طبیعت میں نکته سنجي اور تنقید کا ملکه بڑها هوا هی *

پانچویں مولوي احمد حسن صاحب ''شوکت'' میرٹهي هیں جو مجدد السنهٔ مشرقیه کے لقب سے مشہور هیں اور جن کي فارسي زبان میں مهارت شہرت عام حاصل کرچکي هی اور جو کسي تعارف کي محتاج نہیں *

چهٹے مولوي ابو الحسن صاحب '' جوهر '' ساکن میرٹهه هیں جو فارسي کے بہت قابل اساتذه میں سے هیں اور مدت العمر آپ کا شغل کتب فارسي کي درس و تدریس رها هی — بمبئی میں عرصه تک ایرانیوں کي صحبت میں رهنے کا آپ کو اتفاق هوا هی اور بمبئي کے ایک مشہور کتب خانه کي فارسي کتابوں کي صحت کا کام بهي آپ نے انجام دیا هی *

ساتویں مولوي سعید احمد صاحب هیں جو عربي فارسي کے عالم هیں – جو فارسي کتابیں سرکاري نصاب تعلیم میں داخل هیں اُن

کي شرحیں اور مشکل مقامات کے حل مولوي صاحب کے تالیف کیئے هوئے طلبا میں مقبول هیں - اس سلسله میں فارسي شعرا اور مصنفین کے کلام پر غور کرنے کا آپ کو بہت موقعه ملتا رها هی *

ان حضرات کے علاوہ خوش قسمتي سے همارے مدرسة العلوم علي گڈه کے پروفیسر دینیات جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے بھي میري استدعا پر کچھه وقت تصانیف خسروي میں سے بعض نسخوں کي تصحیح و تنقید پر صرف کرنے کا وعدہ فرمایا هی آپ کا مذاق فارسي اور علم و فضل میري تعریف سے بالاتر هی — نیز میرے مخلص دوست مولوي شیخ بشیر الدین صاحب رئیس میرٹھه (جو علوم فارسي سے بہت اچھي طرح واقف هیں) نه صرف اپني لائبریري سے نقل و مقابله کے لیئے مختلف نسخے مستعار دیتے رهے هیں ؛ بلکه مقابله و تصحیح کے کام میں بھي اپنا بہت سا وقت عزیز صرف فرمانے رهے هیں- مولانا احمد حسن صاحب " شوکت " میرٹھي کي خدمت میں کتابیں غرض مقابله و تصحیح آپ هي کي معرفت جاتي رهي هیں اور بعد مقابله و تصحیح کے بنظر احتیاط آپ بھي ان کتابوں پر همیشه نظر ثاني کرتے رهے هیں اور اپنے مفید مشوروں سے مجھے ممنون فرماتے رهے هیں *

غرض تصحیح کے کام کے لیئے مذکورہ بالا بزرگین میں نے بہت کدو کاوش سے جمع کیئے هیں اور میں اس سے بہتر انتخاب نہیں کرسکتا تھا- اور مجھکو پورا اطمینان هی که جو نسخے ان حضرات کي نظر سے گذر جائیں گے وہ بالکل صحیح هوں گے - عمل یہه هی که جن جن کتابوں کي نقلیں هوچکي هیں وہ فرداً فرداً یکے بعد دیگرے ان حضرات کي خدمت میں پہونچادي جاتي هیں اور نقل کے ساتھه اصل اور اُس کتاب کے جس قدر زاید نسخے هوتے هیں وہ بھي ساتھه بھیجدیئے جاتے

هیں — قرار داد یہہ ہی کہ اول ایک ہی کتاب کا اس کے دوسرے نسخوں سے مقابلہ ہو اور مختلف نسخوں میں جہاں جہاں قرأت کا اختلاف ہو وہ حاشیہ پر ظاہر کردیا جاوے اور نقل میں جو الفاظ یا عبارت کسی وجہ سے رہ گئی ہو اُن کو دوسرے نسخوں کی مدد سے پورا کردیا جاوے - غیر مانوس اور غریب الفاظ کے معنی حاشیہ پر درج کردیئے جائیں - پھر ایک نقادانہ نظر ہر نسخہ پر ڈالی جاوے اور اُس کا خلاصہ مضمون اُس کی نمایاں خصوصیات اور اُس کے محاسن و معائب (اگر کچھہ ہوں) ایک تبصرہ کی صورت میں قلمبند کردیئے جائیں *

جن کتابوں کا صرف ایک ایک ہی نسخہ ملا ہی اُن کا مقابلہ دوسرے کتب خانہ کے نسخوں سے کرایا جائے گا *

---

۹ — ترتیب

خمسہ کی ترتیب میں بادی النظر میں کوئی دشواری نہیں ہی - اسیطرح دوسرے مستقل مثنویوں (مثلاً قران السعدین ، ءدیقہ ، نہ سپہر وغیرہ کی ترتیب میں کسی دشواری کا اندیشہ نہیں ہی - مگر رام پور کے کتب خانہ کے نسخوں کے مطالعہ سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ دواوین کی ترتیب و تقسیم پورے طور پر معین و مشخص نہیں ہی - مثلاً غرۃالکمال کے ایک نسخہ میں بہت سی ایسی غزلیں شامل ہیں جو دیوان وسط الحیوۃ میں بھی موجود ہیں — اسی طرح پانچوں دیوانوں میں بعض مشترک غزلوں کا وجود پایا گیا ہی - پھر مجموعہ غزلیات میں بیشمار غزلیں غیر مشترک ملتی ہیں جن کے نسبت ابھی یہہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہہ پانچوں

دیوانوں سے جدا هیں یا اگر کسي دیوان کا جزو هیں، تو کس دیوان کا ؟

یہی حال مجموعه هاے قصاید و مثنویات کا هی - جن کی بابت اب تک یہه تحقیق نہیں هوسکا که ان میں سے کون کون سے قصائد و مثنویات مستقل جدا گانه تصانیف هیں اور کون کون سے دواوین خسرو کا جزو هیں - لہذا یہه سب مواد اول ایک جگه جمع هوکر پهر بلحاظ نوعیت اور پایه کلام یا اندرونی شہادات کے اُس کي تقسیم و ترتیب عمل میں آئیگی - پیش نظر مقصد یہه هی که جس قدر نسخے طبع هوں وہ سب صحیح هوں اور اُن کي مقدار و ترتیب حتی المقدور خود حضرت مصنف رحمة الله کے اصلي نسخوں کے مطابق هو *

---

۱۰ — انتظام طبع

یہه امر مناسب معلوم هوتا هی که پبلک کو متوجه کرنے کي غرض سے کلیات کا آغاز ایک مقدمه سے هو جس میں حضرت امیر خسرو رحمة الله کے مختصر سوانح عمري درج هوں، آپ کے کلام پر مختصر ریویو کیا جائے اور اُس کے مخصوص محاسن اور خوبیاں اس طرح نمایاں کي جائیں که وہ اصل تصنیفات کے مطالعه کي ترغیب و تشویق کا باعث هوسکیں - چنانچه مولوي محمد اسمعیل صاحب رئیس میرٹهه نے مطلوبه مقدمه تحریر کرنے کا وعدہ فرما لیا هی - متعدد انگریزي، فارسي اور اُردو تذکرے جناب موصوف کی خدمت میں پہونچادیئے گئے هیں تاکه آپ اُن میں سے حسب ضرورت مواد اخذ کرلیں — اُس کے بعد جو جو نسخه طبع هوگا اُس

کے شروع میں اُس پر تبصرہ ہوگا جس میں اُس خاص نسخہ کے
مضامین کا خلاصہ اور اُن مضامین پر تنقید ہوگی *

جن نو (۹) حضرات کا ذکر اوپر ہوچکا ہی اُن میں سے ہر صاحب
حصہ رسدی ایک ایک نسخہ پر تبصرہ لکھینگے چنانچہ مولوی محمد
اسمعیل صاحب قران السعدین پر ایک مبسوط ریویو تحریر فرماچکے ہیں -
مولانا رشید احمد صاحب بحیثیت چیف ایڈیٹر کے اُن تمام
تبصروں تو ملاحظہ کریں گے تاکہ تنقید کا پیمانہ یکساں قایم رہے -
یہہ امر زیر بحث آیا تھا کہ کلیات لیتھو میں چھاپی جاوے یا
ٹائپ میں — اہل یورپ تو یقیناً ٹائپ کے قدرداں ہیں اور اہتمام
طبع و صحت میں بھی سہولیت ٹائپ ہی کے چھاپہ میں ہی —
مگر اس وقت باہمی مشورہ سے یہی طے ہوا ہی کہ کلیات کا پہلا
ایڈیشن ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع کے دبیز چکنے کاغذ پر نہایت آب و تاب
کے ساتھہ لیتھو میں طبع کیا جاوے - جس کے لیئے خود مدرسۃ العلوم
علی گڈہ کے مطبع (انسٹیٹیوٹ پریس) میں خاص انتظام کیا گیا ہی -
اس سے بڑا نفع یہہ پیش نظر ہی کہ کاپیاں اور پروف وقت پر دیکھنے
میں سہولت ہو اور کام تیزی سے چلتا رہے *

یہہ معاملہ بھی تصفیہ طلب تھا کہ کونسا کلام اس وقت طبع
ہو اور کونسا سر دست ملتوی رکھا جاسکتا ہی بعض ہمدرد حضرات
نے مشورہ دیا تھا کہ جو تصنیفات مطبوعہ ہیں اور ہر جگہ ملتی
ہیں اُن کے اعادہ طبع سے کچھہ فائدہ نہیں — مثلاً اعجاز خسروی
اُس کا موضوع صرف صناعات و تکلفات لفظی کا بیان ہیء اُس کے
اعادہ طبع سے کیا فائدہ — بعض مثنویات و قصاید بھی طبع شدہ ہیں -
لہذا غیر مطبوع یا صرف تاریخی تصنیفات کے طبع و نشر پر

قناعت کي جائے تو مزید تر هوگا — لیکن نواب عمادالملک بہادر کی یہہ رائے هوئي (جس سے مجھے بھي کلي اتفاق هی) کہ جس قدر کلام طبع هوا هی اُس کي صحت کا کافي اهتمام نہیں کیا گیا — لہذا مطبوعہ نسخے عموماً غلط چھپے هیں — اس لیئے کل کلام صحیح هوکر طبع هونا چاهیئے — چنانچہ یہي فیصلہ آخري هی *

نسخہ نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث تمام مراحل مقابلہ و تصحیح طے کرکے معہ تبصرہ کے مطبع میں پہنچ چکا هی اور کاپیاں تیار هیں — انشاء اللہ تعالی یہہ نسخہ عنقریب طبع هوکر هدیہ شائقین هوگا — اسي طرح مثنوي خسرو شیریں بعد طی مراحل مطبع میں پہنچ چکي هی اور کاپیاں لکھي جارهي هیں — خمسہ کي باقي چار مثنویاں زیر تصحیح هیں اور عنقریب مطبع میں پہنچا چاهتي هیں — اس کے بعد دواوین کا سلسلہ انشاء اللہ تعالی شروع هوگا *

اب میں ذیل میں مختصر طور پر اُن تصانیف کا ذکر کرنا چاهتا هوں جو اس وقت تک بہم پہنچ چکي هیں اور جن کي تصحیح اور اشاعت کا انتظام درپیش هی *

ا — خمسۂ خسروي : — یہہ خمسہ پانچ مثنویوں پر مشتمل هی : (ا) مطلع الانوار (۲) شیریں خسرو (۳) مجنوں لیلی (۴) آئینہ سکندري (۵) هشت بہشت *

یہہ خمسہ جو "پانچ گنج" کے نام سے بھی مشہور هی حضرت امیر خسرو نے خمسہ نظامی کے جواب میں لکھا هی — مولانا نظامی رح کی مثنوي مخزن الاسرار کے جواب میں مطلع الانوار لکھي گئي —

خسرو شیریں کے جواب میں شیریں خسرو – لیلی مجنوں کے جواب میں مجنوں لیلی – سکندر نامہ کے جواب میں آئینہ سکندری – اور اور هفت پیکر کے مقابل هشت بہشت تصنیف هوئی جس میں بہرام گور کا قصہ مذکور هی *

یہہ خمسہ حضرت امیر نے تین سال میں تمام کیا تها - چنانچہ آپ فرماتے هیں *

که ازاں نقد قیمتی به سه سال

کردم این پنج گنج مالا مال

مصنف علیہ الرحمة نے خمسہ کی ترتیب کو خود هی اس طرح بیان فرمادیا هی *

دادمی اول به گنبد دوار * روشنائی زمطلع الانوار

کردمی آنگاه بانشاط تمام * شهد شیرین و خسرو اندرجام

بازدر عالم خرد مندی * شور مجنون و لیلی افکندی

پس زبان پر دردری کردمی * شرح راز سکندری کردمی

ویں زمان کز جواهر انجم * می نگاری صحیفهٔ پنجم

گویم افسانهائے طبع فزائے * از لب لعبتان فسانه سرائے

هر یکے را بهشت نام کنم * حور و کوثر دراں تمام کنم

هفت باشد بهشت و کوثر هفت * هشتم آں کاندرو وں عر هفت

پس نویسم بکلک مشک سرشت * نام ایں هشت خانه هشت بہشت

خمسہ نظامی و خمسہ خسروی کے اشعار کی تعداد کا مقابلہ کرتے هوئے دولت شاہ سمرقندی نے اپنے تذکرہ میں لکھا هی کہ نظامی کے خمسہ میں ۲۸ هزار اشعار هیں مگر خمسہ خسروی میں ۱۸ هزار هیں حضرت امیرخسرو نے خمسہ کی هر هر مثنوی کے اشعار کی تعداد خود ظاهر فرمادی هی –

چنانچہ مطلع الانوار کی نسبت آپ نے لکھا ھی *

۳۳۱۰
وہ ہمہ بیت آوری اندر شمار * سیصد و دہ برشمر و سہ ہزار

از اثر اختر گردوں خرام * شد بدو ہفت ایں مہ کامل تمام

سال کہ از چرخ کہن گشت بود * از پس شش صد نود و ہشت بود
سنہ ۶۹۸

شیریں خسرو کی بابت آپ فرماتے ھیں :

ز آغاز رجب فرخ شد ایں فال * زہجرت شش صد و پنج و نود سال
۶۹۵ ھجری

اگر پرسی کہ بیتش واعدہ چیست * چہار الف و چہار ست و صد و بیست
۴۱۲۴

اشعار مذکورۂ بالا سے شیریں خسرو کی تصنیف سنہ ۶۹۵ ھجری میں ھونا پایا جاتا ھی — مگر چونکہ حضرت امیر نے ذیل کے اشعار میں یہہ ظاھر کیا ھی کہ مثنوی شیریں خسرو مطلع الانوار کے بعد لکھی گئی اور مطلع الانوار سنہ ۶۹۸ ھجری میں تصنیف ھوئی اس لیئے بعض تذکرہ نویسوں کی یہہ رائے ھی کہ شیریں خسرو بھی ۶۹۸ ھجری کی تصنیف ھی *

نخست از پردہ ایں صبح نشورم * نمود از مطلع الانوار نورم

پس از نکم چکید ایں شربت نو * کہ نامش کردہ ام شیریں و خسرو

مجنوں لیلی کی بابت لکھا ھی :

۲۶۶۰
بیتش بہ شمار راستی ھست * جملہ دو ہزار و شش صد و شصت

تاریخ زہجرت آنچہ بگذشت * سالش نود است و شش صد و ہشت
سنہ ۶۹۸ ع

آئینہ سکندری کی بابت تحریر فرمایا ھی :

۴۳۵۰

گر آری همه بیتش اندر عدد * چهار الف پنجه شد و چارصد

درین دم که پایان این بکر است * زتاریخ هفصد یکے کمتر است

سنه ۶۹۹ هجری

هشت بہشت کے بارہ میں لکھا ھی کہ :

۳۳۵۲

همه بیتش بگاه عرض و شمار * سه صد و پنجه و دو و سه هزار

سال هجرت یکے و هفصد بود * کین بنا برد سر بچرخ کبود

۷۰۱ هجری

اس طرح تمام خمسہ کے اشعار کی تعداد جمع کرنے سے کل ۱۷۸۹۶ اشعار ہو جاتے ہیں *

خمسہ خسروی کی پانچویں مثنوی کا نام "ہشت بہشت" ھی - ادریس بن حسام الدین نے سلاطین عثمانیہ (ترکی) کی ایک تاریخ سلطان مراد ثانی کے عہد تک لکھی ھی - اُس کا نام بھی "ہشت بہشت" ھی - مگر وہ حضرت امیر خسرو کی مثنوی سے بالکل جدا کتاب ھی *

بعض سخنوروں نے خمسہ خسروی کو خمسہ نظامی پر ترجیح دی ھی - خود حضرت امیر خسرو کو بھی اپنی اس تصنیف پر ناز تھا - چنانچہ خمسہ کی تکمیل پر آپ نے فخریہ فرمایا ھی :

دبدبۂ خسرویم شد بلند * زلزله در گور نظامی فکند

حضرت امیر نے خود تحریر فرمایا ھی کہ خمسہ خسروی بغرضِ اصلاح و نظر ثانی قاضی شہاب الدین صاحب کے ملاحظہ سے بھی گذر چکا ھی جو اپنے عہد کے نہایت باکمال فاضل تھے *

۲ — مثنوی قران السعدین :— یہہ مثنوی حضرت امیر خسرو کی ایک تاریخی تصنیف ھی جس میں شاہ دہلی سلطان معزالدین

کیقباد کي اپنے پدر ناصرالدین بغرا خاں والي بنگال کي ملاقات کا تذکرہ هی جو اودہ میں دریاے گھاگرہ کے ساحل پر سنہ ۶۸۸ هجري (مطابق سنہ ۱۲۸۹ عیسوي) میں هوئي تهي - چونکہ اس مثنوي میں شہر دهلي اور اس کي بعض عمارات کي تعریف بهي لکهي هی ؛ اس لیئے اس مثنوي کا نام " مثنوي در تعریف دهلي " بهي هی - اشعار ذیل اس مثنوي کے زیب عنوان هیں :—

شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں
بر سر نامہ ز تو حید نوشتم عنوان
نام این نامۂ والا ست قران السعدین
کز بلندیش بسعدین سپهر است قران

حضرت امیر نے لکها هی کہ یہہ مثنوي میں نے اپني عمر کے چهتیسویں سال میں لکهي تهي اور اُس کے لکهنے میں تین ماہ صرف هوئے تهے - ماہ رمضان سنہ ۶۸۸ هجري مطابق سنہ ۱۲۸۹ع میں یہہ مثنوي ختم هوئي اس میں ۳۹۴۴ اشعار هیں *

در ز عمل باز نشائي شمار * نہ صد و چار وچهل و سہ هزار

ڈاکٹر اسپرنگر نے لکها هی کہ اس مثنوي کي تین شرحیں لکهي جاچکي هیں - پہلي شرح سنہ ۱۰۱۴ هجري میں مولانا نور الحق صاحب نے لکهي - دوسري شرح عبد الرسول قاسم صاحب سے منسوب هی - تیسري شرح کے مولف کے نام کا پتہ نہیں چلا *

۳ — مثنوي عشیقہ یا عشقیہ :— اس کا نام مثنوي خضر خاني و دولراني بهي هی - اس مثنوي میں سلطان علاءالدین محمد شاہ خلجي کے بیتے شاهزادہ خضر خاں اور راجہ کرن والي گجرات کي

دختر دیول رانی کی محبت کا تاریخی قصہ مذکور ہی- یہہ مثنوی چار ماہ میں لکھی گئی اور ماہ ذیقعدہ سنہ ۷۱۵ ھجری مطابق سنہ ۱۳۱۵ ع میں ختم ہوئی – اس مثنوی میں اول ۴۲۰۰ اشعار تھے *

چو بر بالا نشد این پردہ را کس

چہار الف است و دو یست این قدر بس

مگر حضرت امیر نے لکھا ہی کہ شاہزادہ خضر خاں کی رحلت کے بعد ۳۱۹ اشعار کا اس میں میں نے اور اضافہ کردیا اور اس طرح اس مثنوی کے کل اشعار کی تعداد ۴۵۱۹ ہوگئی — یہہ مثنوی سلطان علاء الدین خلجی کے نام سے معنون ہی — حضرت امیر خسرو نے اس مثنوی کی وجہ تالیف یہہ بیان کی ہی کہ آپ ایک روز شاہزادہ خضر خاں کی ملاقات کے لیئے تشریف لے گئے تھے - اثنائے ملاقات میں شاہزادہ نے فرمایش کی کہ میں نے دیول رانی کے ساتھہ اپنی محبت کے واقعات خود قلمبند کیئے ہیں ، آپ اُن کو نظم کردیجئے - چنانچہ جس وقت شاہزادہ نے اپنا مسودہ حضرت امیر کے سپرد کیا تو آپ فرماتے ہیں کہ اُس کو پڑھکر میں اشکبار ہوگیا – اور میں نے اُسے نظم کرنے کا وعدہ کرلیا – اس مسودہ میں ہندی الفاظ کثرت سے استعمال ہورہے تھے – لہذا اُسے دیکھکر حضرت امیر خسرو کو سب سے پہلے یہہ فکر ہوئی کہ ریشم میں گزی کا پیوند کیونکر لگے گا – لیکن پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ کافی غور کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ " ہندی زبان کسی طرح فارسی زبان سے کم درجہ کی نہیں ہی – ہندی زبان کا عربی زبان سے تو مقابلہ نہیں ہوسکتا کیونکہ عربی تو ام السنہ ہی- مگر فارسی سے ہندی کسی طرح کم نہیں ہی عربی خالص زبان ہی جس میں غیر زبان مخلوط نہیں ہوسکتی – مگر فارسی کا

لطف بغیر عربي کي چاشني کے نہیں آتا - بہ لحاظ قواعد صرف و نحو و بہ لحاظ فصاحت و بلاغت هندي زبان میں کوئي نقص نہیں هی - جو شخص عربي و فارسی اور هندي تینوں زبانوں سے واقف هو وہ اس قول کی صداقت کو تسلیم کرسکتا هی" — اسی سلسلہ میں آپ فرماتے هیں کہ " اگر میں عقل و انصاف سے هندي زبان کے اوصاف بیان کروں تو ناظرین معترض هونگے - اور اگر میں اپنے قول کی تائید میں قسم کھاؤں تو نہیں معلوم کہ اُس کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں - اس میں شک نہیں کہ میرا علم هندي زبان کا بمقابلہ سمندر کے قطرہ کا حکم رکھتا هی — مگر واقعہ یہہ هی کہ جس شخص نے هندوستان اور دریاے گنگ کو نہ دیکھا هو وهی دریاے نیل اور دجلہ پر فخر کرسکتا هی - اور جس نے صرف ملک چین کا بلبل دیکھا هو وہ هندوستان کي طوطي کي قدر کیا پہچان سکتا هی - جو خراساني هر هندوستاني کو احمق سمجھتا تھا وہ غالباً اس ملک کے پان کو گھاس سمجھتا هوگا - میرے اس قول کو وهی منصف طبع لوگ باور کرینگے جنھوں نے مختلف ممالک میں سیاحت کي هی اور غور و غوض کے ساتھہ اُن ممالک کے حالات کا مشاهدہ کیا هی — لیکن جو شخص عصبیت سے کام لیگا وہ البتہ غیر ملکي انجیروں کو هندوستان کے آموں پر ترجیح دیگا — مگر هندوستان نہ صرف ایک وسیع ترین ملک هی بلکہ جنت نشان هی، کیونکہ اگر اس ملک کو جنت سے کوئي بھي مناسبت نہوتي تو حضرت آدم اور طاؤس اس ملک کي زینت کا باعث نہوتے" *

۴ — مثنوي مفتاح الفتوح یا فتح الفتوح یا فتحنامہ : —

اِس میں جلال الدین فیروزشاہ خلجي کے ابتدائي فتوحات کا تاریخي بیان هی

جو سنه ۶۸۹ هجري مطابق (۱۲۹۰) سنه ۱۲۹ ع میں تخت نشین
هوا تها — یهه مثنوي دیوان غرة الکمال کا جزو هی — اور پرانے
نسخوں میں اسي دیوان کے شامل پائي جاتي هی — اس مثنوي
کے عنوان میں یهه شعر درج هی:

سخن بر نام شاهے کردم آغاز * که بر شاهان در دولت کند باز

۵ — مثنوي فرس الفرس بهي دیوان غرة الکمال کا جزو هی —
جس کا ابتدائي مصرعه هی: فرس الفرس خطاب شد این اسپ نامه را

۶ — اسي طرح غرة الکمال کي مثنویات میں سے ایک
مثنوي کا نام قصه باز نامه هی جو اس مصرعه سے شروع هوتي هی:

"این قصه باز نامهٔ من داں که بهر این" *

۷ — اسي دیوان غرة الکمال کي ایک مثنوي شاهنامه
فردوسي کے وزن پر هی *

ولایت ستانا و خصم افگنا * به لشکر کشي همچومه روشنا

اس دیوان کی رباعیات کا عنوان هی: المتفرقات في المدیح
والاوصاف یعني صفت گرز، صفت تیغ و صفت بخشش وغیره *

۸ — مثنوي نه سپهر — یهه ایک مستقل علحده مثنوي هی
اور حضرت امیر خسرو کی عمر کے آخري حصه کی تصنیف هی. اس کے
عنوان میں یهه شعر درج هی:

اول نگر نگارش توحید کردگار * کین نه سپهر گشت بفرمانش آشکار

یهه مثنوي سنه ۷۱۸ هجري میں لکهي گئي جب که آپ کي
عمر ۶۵ سال کي تهي — چنانچه آپ فرماتے هیں که

در شاده نظم این نقش و نگار * سال بر هفصد وهژده شمار

اس مثنوي میں ۴۵۰۹ اشعار هیں اور اس میں قطب الدین

مبارک شاہ خلجي کے (جس کي وفات سنه ۷۲۱ هجري مطابق سنه ۱۳۲۱ ع میں هوئي) دربار اور اُس کے عہد کے بعض واقعات کا ذکر هی — تیسري سپہر میں حضرت امیر خسرو نے اپنے هندي نژاد هونے کا ذکر کرکے هندوستان کے مختلف حصص کی زبانوں کا دلچسپ تذکرہ کرتے هوئے یہه واقعه بیان کیا هی که هر ملک میں اُس ملک کے فاتحوں کی زبان رفته رفته خواص و عوام میں مروج هوجاتي هی اور اُس ملک کي زبان مشترکه بن جاتي هی — آپ نے اپنے عہد کے مروجه زبانوں کے نسبت لکھا هی که هر هر صوبه کي زبان علحدہ علحدہ هی جس میں سے ایک کو دوسرے سے کوئي مناسبت نہیں — مثلاً سندھي ، لاهوري ، کشمیري ، تلنگي ، گجراتي ملاباري ، گوڑ ، بنگالي ، اودھي ، دهلوي — اس فہرست سے سراغ لگتا هی که اُس زمانه میں اُردو زبان کي داغ بیل پڑچکي تھي جو اپني اُس ابتدائي حیثیت میں دهلوي زبان کہي جاتي تھي — اسي سلسله میں حضرت امیر خسرو فرماتے هیں که علاوہ مروجه زبانوں کے هندوستان میں ایک خاص زبان هی جس کو برهمن کام میں لاتے هیں — اس زبان کا نام سنسکرت هی — جس سے عوام بالکل ناواقف هیں اور اگرچه ایک برهمن مرد یہه زبان جانتا هی مگر برهمن عورت اس زبان کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھتی — بعض لحاظات سے سنسکرت عربی سے مماثلت رکھتی هی — مثلاً فصاحت قواعد صرف و نحو ، گردان افعال ، حروف کی مختلف ترکیبوں سے بیشمار الفاظ کی ساخت — لکھا هی که چاروں وید اسی زبان میں هیں جن کو برهمن پڑھتے هیں اور جن میں دیوتاؤں کی تعریف هی — پھر فرماتے هیں که سنسکرت زبان میں انشا پردازي اور

فصاحت و بلاغت کے معین قواعد موجود ھیں اور سوائے عربی زبان کے اس زبان کا پہلو اور کسی زبان سے نہیں دبتا — بلکہ دری زبان پر اُس کو تفوق حاصل ھی — گو دری زبان نہایت شیریں اور سریلی ھی مگر اس لحاظ سے بھی سنسکرت اُس سے کچھہ کم نہیں ھی — سنسکرت زبان کی خصوصیات حضرت امیر نے اس تفصیل سے بیان فرمائی ھیں جس سے ثابت ھوتا ھی کہ آپ نے اس زبان کی صرف و نحو اور دیگر فنون میں کافی دستگاہ بہم پہونچائی تھی ورنہ بغیر واقفیت تامہ کے جناب موصوف دوسری زبانوں سے اس بے تکلفی کے ساتھہ اُس کا مقابلہ نہ فرماسکتے - نویں سپہر میں مصنف نے فخریہ لہجہ میں اپنی ھمہ گیر قادر الکلامی کا اظہار کیا ھی کہ اگرچہ کل عجم و ایران میں دو شاعر شیخ سعدی شیرازی اور حکیم ھمام تبریزی بہت نامور گذرے ھیں، لیکن میرا پایۂ سخن اُن دونوں سے بلند ھی کیونکہ اُن کے اشعار میں خواہ کچھہ ھی اوصاف ھوں مگر وہ میری طرح کثیر الکمالات نہ تھے *

۹ — دواوین — حضرت امیر خسرو کے پانچ دیوانوں میں سے سب سے پہلا دیوان تحفۃ الصغر ھی جس میں آپ کا ۱۶ ویں سال سے لیکر ۱۹ ویں سال تک کا کلام ھی — یہہ دیوان سلطان بلبن کے عہد میں لکھا گیا تھا — اس دیوان میں قصائد، قطعات، غزلیات، مثنویات اور رباعیات شامل ھیں جن میں زیادہ تر سلطان بلبن، ولیعہد سلطنت شاھزادہ خاں شہید اور ھمعصر امرا و وزراء کی طرف خطاب ھی — ترجیع بندوں میں مصنف نے زیادہ تر اپنے ھادی طریقت حضرت محبوب الہی سلطان نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کی تعریف کی ھی — اسی دیوان کے ساتھہ حضرت

امیر خسرو نے ایک مبسوط دیباچہ شامل فرمایا ہی جس میں آپ
تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے بھائی تاج الدین زاہد نے نہایت مشقت
کے ساتھ آپ کے سولہویں سال سے لے کر اُنیسویں سال تک کا کلام
جمع کیا اور خود ہی اسی کلام کو مرتب کیا — اور ہر ہر
نظم کے عنوان پر ایک ایک شعر سرخ روشنائی سے لکھا ہی جو اس
وجہ سے " بیت سرخ " کے نام سے مشہور ہیں — ان ابیات سرخ
میں صنعت یہہ رکھی گئی ہی کہ ہر عنوان کا شعر اپنی اپنی جگہہ
اُس نظم کے خلاصہ مضمون پر حاوی ہی جس کا کہ وہ عنوان ہی —
اور عنوان کا مقصد یہی ہوتا ہی — لیکن لطف یہہ ہی کہ اگر ان تمام
ابیات سرخ کو ایک جگہہ جمع کرلیا جائے تو وہ سب ابیات ملکر بجائے
خودایک مستقل جدا نظم بن جاتی ہی جس کا مضمون مسلسل
ہوتا ہی — عنوان کے اشعار کا یہہ التزام سوائے دیوان نہایت الکمال
کے حضرت امیر خسرو کے باقی چاروں دیوانوں میں بھی پایا جاتا ہی —
چاروں دیوانوں میں عنوان کے ابیات کو باعتبار بحر اور باعتبار ردیف
و قافیہ کے مختلف رکھا ہی تاکہ ایک دیوان کے ابیات دوسرے
دیوانوں کے ابیات میں مخلوط نہ ہوسکیں — اس دیوان کے قصائد
کا مندرجہ ذیل رباعی سے آغاز ہوتا ہی :—

لوحے کہ بر صحیفۂ گردوں مصور است
توقیع آں بنام خداوند اکبر است
شد تحفة الصغر چو خطاب ایں سواد را
از ذکر ذوالجلال سوادے منور است

۲ — آپ کا دوسرا دیوان وسط الحیوۃ ہی جس میں
چوبیسویں سال سے ۳۲ ویں سال تک کا کلام شامل ہی — یہہ دیوان قصائد،

ترجیع بند، غزلیات اور قطعات کا مجموعہ ھی جن میں زیادہ تر حضرت امیر نے اپنے پیر حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کے مناقب لکھے ھیں — نیز شہزادہ خاں شہید (جو اس وقت پنجاب و ملتان کا گورنر تھا) اور سلطان معز الدین کیقباد اور دیگر امراء دربار کی ثناء و صفت بیان کی ھی — اس دیوان کے دیباچہ میں حضرت امیر خسرو فرماتے ھیں " در دیباچہ تحفۃالصغر ذکر کردہ شدہ است کہ بر سر ھر شعرے در صفت آن یک بیت نیست آفتاب است - ازاں جملہ ابیات شعرے تمام مي خیزد — واین خاص وضع منست کہ درآں کتاب مکتوب است — و بعد ازین در جملہ ابیات سلسلہ ھم ازاں باب خواھد بود — مقصود اینست کہ چنانکہ در تحفۃ الصغر وضع صفت نو رفتہ است دریں دیوان نیز طریقۂ غریب و خوش‌آیند آمدہ است کہ پیش ازیں ھیچ مبصرے را در نظر نیامدہ — مگر افضل‌الدین خاقاني کہ در ترجیعات نگاہ داشت یک قافیہ در ھر خانہ وضعي است اما اُستاد خاقاني نامہ شعر را در شارع ابیات راہ ندادہ است و ھم در سر شعر آں نام را عنوان گردانید — ولیکن بندہ ایں قدر تصرف زیادہ دارد کہ نامہ شعر را در آخر ھماي شعر در بیتے درج کردہ است تا آں شعر را بداں نام خوانند *

١١ — تیسرا دیوان غرۃ الکمال ھی جس میں ۳۴ویں سال سے لے کر ۴۲ ویں سال تک کا کلام جمع ھی اس کے شروع میں مصنف نے ایک طویل دیباچہ میں اپني سوانح عمري پر بہت کچھہ روشني ڈالي ھی اور بعض اُن صنائع و بدائع کا ذکر کیا ھی جو خاص آپ کے ایجادات ھیں — یہہ کلام آپ نے

اپنے بھائی علاءالدین علی شاہ کی فرمایش پر جمع کیا - اس دیوان میں بھی قصائد و قطعات، ترجیع بند، مثنویات، غزلیات و رباعیات شامل ہیں- قصاید میں حسب معمول حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کی منقبت، سلطان وقت اور امراء دربار کے مدح وثنا ھی- قصاید کے دیکھنے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ھی کہ جس قدر قصاید حمد و نعت منقبت یا مواعظ و حکم میں لکھے گئے ہیں - وہ نہایت پر زور اور شاندار ہیں اور جو قصاید شاہوں یا اہل دربار کی تعریف میں ہیں اُن میں کچھہ زیادہ زور طبیعت صرف نہیں کیا گیا - اکثر شاندار قصیدے قدماء اساتذہ کے جواب میں لکھے گئے ہیں اور ایسے قصاید میں حضرت امیر نے پورا زور طباعی صرف کیا ھی - مثلاً حکیم افضل الدین خاقانی شروانی کے مشہور قصیدہ کے جواب میں آپ نے ایک قصیدہ لکہا ھی جس کے خاتمہ میں خاقانی کی استادی کو تسلیم کرکے اپنی تعلی کا اظہار فرمایا ھی - چنانچہ آپ فرماتے ہیں :

مرا سبق کمال است آنکه گفت اُستاد خاقانی
دل من پیر تعلیم است و من طفل زباندانش

نه من گفتار دانارا جوابے ساختم لیکن
جوے آوردم وابے نه ربزم پیش یکرانش

گر او بود است حسان عجم من جادوے هندم
نه دریکدم رسانم باز با پیشینه حسانش

سخن زانگونه گفت استم بلند امروز در دهلی
که از خواب گران بیدار گردستم به شروانش

بشرق و غرب بشنید نه گفتار بلند من
علاجے سمع را — گرنشوند اصحاب و اقرانش

چنیں شعری کہ سبعیات ازوسبعی است مےشاید

که خواند نائب سبع المثانی روح سحبانش

ز بیم دزد پنہاں کردہ ام گنجے بہر بیتے

خداوندا نگہداری ز نقب دست ایشانش

گر اے حاسد ترا مرگے ست زین آب حیات من

خضر داند که با عمر ابد بست است پیمانش

گرفتم شعر خودسحراست - چه بود سحر؟ گمراهی

به یزداں کے رسد آں کو بگمراهی ست ادمانش

چه برچینیم ازین خاکے که می بیزم با کسونش

چه بر بندم ازیں بادے که می سنجم باوزانش

اس دیوان کے دیباچہ میں آپ نے اپنی ایجاد کردہ جن صنایع بدایع کا ذکر کیا ھی اُن میں سے بعض کا تذکرہاس موقع پر دلچسپی سے خالی نہوگا - چنانچہ ایک صنعت آپ نے ایجاد کرکے اُس کا نام "حامل و موقوف" رکھا ھی جس کا مطلب یہہ ھی کہ ھر مصرعہ اپنی مابعد مصرعہ کا محتاج رھتا ھی مثلاً

درحسن کسے ترا نماند الا * خورشید که صبح بروں آید تا

خدمت کندوپاے تو بوسداما * بینی تو بسوے او چو پا بوسد پا

ایک اور صنعت اشتقاق معنوی کی ھے- اس میں ایک ھی صورت کے الفاظ کو مختلف معنوں میں استعمال کیا جانا ھی مثلاً :

اے کہ چوں خنگ توجولاں درگرفت * گرد گردا گرد گردوں گرد کرد

بسکہ خلق از تو بسر مابرد برد * برد برد برد بردا برد برد

چوں دودردردخصمت خوردگفت * درد و درد و درد دردا درد درد

ایک اور صنعت" بے کام و زبان" ھی جس میں صرف لبوں سے شعر

پڑھا جاتا ھی زبان و تالو سے کام ھي نہیں لیا جاتا ـ مثلاً :

موئے سرما بموئے ما بویا بہ * بے او موہم مرئے وہم ماوا بہ
مادیم و مہے وآں مہ ما با ما * ما بہ مہ ماو ماہ ما با مابہ

ایک اورصنعت ھی جس کانام'' ابہام ذوالوجوہ'' ھی یعني ایک ایک لفظ متعدد معنوں کا احتمال رکھتا ھی ـ مثلاً:

بازسر باز تو باسیہرع سرازي نکند * گرتواےشیرگراںسربازداريدرشکار

حضرت امیر نے ناظرین کو خود توجہ دلائي ھی کہ اس شعر میں مصرعہ آخر کے چار معنے ھوسکتے ھ ں (۱) یعني باز را درشکار داري (۲) یعني اگرچہ اورا باز داري از شکار (۳) یعني کشادہ داري باز را (۴) یعني اگر سر از درشکار داري اور مصرعہ ثاني میں سر باز ملاکر پڑھنے سے دو اور معني پیدا ھوجاتے ھیں یعني سر بازندہ (دلاور) داري بار را اور باز را سرکشادہ داري (جو باز تربیت یافتہ ھوتا ھی وہ سر کشادہ ھوتا ھی اور نئے باز کا سر کلاہ سے ڈھکا رھتاہے)

ایک اور صنعت ''ایہام'' ھی جس میں ایک ھي شعر ایک ھي صورت میں فارسي اور ھندي دونوں زبانوں میں پڑھا جاسکتا ھی ـ مثلاً

آئي آئی ھماں بیاري آئي
ماري ماري براہ موري نائي

۱۴ ـــ چوتھا دیوان بقیہ نقیہ ھی جس میں پچاس ویں سال سے لیکر ۶۴ ویں سال تک کا کلام ھی ـــ ذیل کا شعر اس دیوان کےدیباچہ کا عنوان ھي :-

بقیہ ایست نقیہ زفیض طبع من این
کہ چوں طبائع افلاک محکم استومتیں

اس دیوان میں غزلیات حروف تہجي کے لحاظ سے مرتب ھیں

اور اُن کے عنوان میں یہہ شعر درج هی :

اے زخیال ما بروں درتو خیال کے رسد

باصفت تو عقل را لاف کمال کے رسد

۱۳ — پانچواں دیوان نہایت الکمال هی جس میں مصنف کي آخري عمر کا کلام هی اس دیوان کے ساتهه هي ایک مختصر دیباچه هی جس میں حمد و نعت اور حضرت محبوب الهي کي منقبت درج هی — اس دیوان میں بهي مثل دیگر دیوانوں کے مثنویات ، قصاید ، غزلیات ، قطعات ، ترجیع بند اور رباعیات شامل هیں *

۱۴ — ایک نسخه قلمي موسوم به دیوان امیر خسرو میرے اپنے کتب خانه میں موجود تها جس میں بہت سي ایسي غزلیں پائي جاتي هیں جو مذکورۂ بالا پانچوں دیوانوں کي غزلوں سے جدا هیں — اُن کو متفرق مجموعه غزلیات کے سلسله میں شامل کردیا جائیگا *

۱۵ — منجمله حضرت امیر خسرو کے قصائد کے ایک بہت بڑا قصیده هی جو اپ کي تصانیف کي فہرست میں ایک جداگانه تصنیف کي حیثیت سے درج هی اس کا نام " **قصیده امیر خسرو متضمن حقیقت شاه نامه فردوسي** " هی جس میں آپ نے شاه نامه فردوسي کے حالات درج فرمائے هیں — اس قصیده کا عنوان هی :

" بنام ایزد بخشاینده بخشایش گر مہربان داد گر " اور مندرجه ذیل شعر سے شروع هوتا هی :—

امد نگار من بسر از ناز اقترا

یا قامتے چو از چمن خلد عرعرا

۱۶ — نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث - یہہ حقیقت میں دو رسالے ہیں ایک کا نام نصاب بدیع العجائب ہی جو حضرت امیر خسرو کی تصنیف ہی اور دوسری کا نام نصاب مثلث بدیعی ہی جو مولانا محمد بدیع بدیعی کی تصنیف ہی - مگر چونکہ قدیم نسخوں میں یہہ دونوں رسالے التزاماً ساتھہ پائے جاتے ہیں اس وجہ سے غالباً یہہ دونوں نظمیں حضرت امیر خسرو سے منسوب ہوگئیں - نصاب بدیع العجائب میں تمام قطعات مختلف بحور میں اور مختلف صنعتوں میں لکھے گئے ہیں - چنانچہ پہلا قطعہ صنعت تجنیس میں ہي — مثلاً :

مصر شہر و شہر ماہ و ماہ آب و خوف سہم

سہم تیر و اجنحہ چہ بال باشد بال جاں

نصاب مثلث میں سہ حرفي الفاظ ایک ایک مصرعہ میں تینوں حرکتوں کے ساتھہ جمع کرکے اُن کے معني بتلائے ہیں - مثلاً رَب بمعني خدا — رِب بمعني جماعت کثیر و رُب بمعني عصارہ ایک شعر میں اس طرح جمع کیئے گئے ہیں *

رَب داں پروردگارو رِب بود جمعے زخلق

رُب آب خالص از انگور و سیب و نار داں

۱۷ — شہر آشوب - اس میں رباعیات ہیں جن میں اہل حرفہ کے اصطلاحات جمع کی گئي ہیں — مثلاً :

نجار پسر کہ تیشہ رانی میکرد

ارے برما ستم نہانی میکرد

(تیشہ — ارہ — برما — نہانی)

۱۸ — کلام نثر میں خزائن الفتوح جس کا نام سرور الروح، تاریخ علائي اور فتح نامہ بھی ہی زیر تصحیح ہی اس میں سلطان

علاء الدین خلجی کی تخت نشینی ٦٩٥ ھجری ١٢٩٦ ع اور اس کے عہد کے فتوحات کا ذکر ھی *

١٩ — افضل الفوائد میں حضرت محبوب سبحانی سلطان نظام الدین اولیا رحمة الله علیه کے ملفوظات ھیں — علم تصوف میں یہه بہت با وقعت کتاب سمجھی جاتی ھی *

٢٠ — اعجاز خسروی یا رسائل اعجاز یہه ایک نہایت ضخیم کتاب ھی اور حضرت امیر خسرو کی مرصع و مسجع فارسی انشا پردازی اور گوناگوں صنائع و بدایع کا اعلیٰ نمونہ ھی — یہه کتاب مطبع نولکشور میں طبع بھی ھوچکی ھی اس کی صحت کی طرف کتب مذکورہ بالا سے فارغ ھونے کے بعد توجه کی جائیگی *

٢١ — خالق باری اور قصه چہار درویش جو حضرت امیر خسرو سے منسوب ھیں معروف کتابیں ھیں — اگر ان کے معتبر اور صحیح نسخے دستیاب ھوگئے تو ان کو بھی شامل کلیات کیا جائیگا *

علاوہ مندرجه بالا تصانیف کے ذیل کی کتابیں اب تک دستیاب نہیں ھوئی ھیں :—

(١) تغلق نامه (٢) مناقب ھند (٣) شگرف بیان (٤) ترانۂ ھندی (٥) انشاء امیر خسرو (٦) تاج الفتوح (٧) احوال امیر خسرو (٨) تاریخ دھلی (٩) مکتوبات امیر خسرو (١٠) جواھرالبحر (١١) مقاله (حالات خلفاء اربعه) (١٢) راحت المحبین (١٣) رساله ابیات بحث (خسرو جامی) (١٤) مناجات خسرو *

افسوس ھی که باوجود کوشش بلیغ کے کسی ھندوستان کے کتب

خانہ میں تغلق نامہ کا پتہ نہیں چلا — نہ سواے ایک دو تذکروں کے اور فارسي تذکروں میں اس کا بالتفصیل ذکر پایا گیا – البتہ سرگور آؤسلے (Sir Gore Ousley) نے اپنے میموائرز (Memoirs) میں جن میں تیس مشہور شعراء فارسی کے دلچسپ حالات درج ھیں اس تصنیف کا مختصر حال لکھا ھی – یہہ میموائرز شاید سنہ ۱۷۰۰ع کے اختتام کے قریب لکھے گئے تھے ، مگر اُس کا مکمل طور پر طبع ھونا سنہ ۱۸۴۴ ع سے پیشتر نہیں پایا جاتا — یہہ کتاب اب کمیاب ھی اور میں نے اول مرتبہ اس کا مطالعہ اپنے طالبعلمي کے زمانہ میں اُس وقت کیا تھا جب میرے اُستاد مولانا الطاف حُسین صاحب حالي پاني پتي مرحوم و مغفور حیات سعدي لکھہ رھے تھے – اور میں نے بعض دلچسپ واقعات سعدي علیہ الرحمۃ کي زندگي کے اِس سے اخذ کرکے مولانا مرحوم کي خدمت میں پیش کیئے تھے – اب مجھے حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا کلام جمع کرنے کے سلسلہ میں اُس کے دوبارہ مطالعہ کي نوبت آئي اور میں مسٹر جونس صاحب پرنسپل آگرہ کالج کا ممنوں ھوں کہ اُنہوں نے میري درخواست پر مجھے اُس کے دیکھنے کا موقع عنایت کیا — اس کتاب میں سر گور آؤسلے بحوالہ تذکرہ ھفت اقلیم مصنفۂ امین احمد باشندہ رے تحریر کرتے ھیں کہ یہہ نظم در اصل تغلق شاہ کے عہد کي تاریخ ھی اور اس میں ۳ ھزار اشعار ھیں — میں اس کے مزید حالات دریافت کرنے اور سراغ لگانے کي غرض سے خود سلطان المشائخ رحمۃاللہ علیہ کي درگاہ میں (جہاں حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ کا مزار ھی) حاضر ھوا — مگر اِس سے زیادہ پتہ نہ لگ سکا کہ اُس کا ایک نسخہ اِمام صاحب

نسخہ درگاہ کے خاندان میں تھا ، جو اُنھوں نے نواب ضیاء الدین خاں صاحب مرحوم رئیس اعظم لوھارو کی نذر کیا تھا اور ان کے کتب خانہ سے میر مجروح مرحوم نے (جو دھلي کے آخري زمانہ کے نام آور شعراء میں شمار کیئے جاتے تھے) مستعار لیا تھا - اُس کے بعد سے اس نسخہ کا پتہ نہیں چلتا — انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کي فہرستوں میں بھي اُس کا ذکر نہیں ھی — اگر ھمارے علوم کا خزانہ ھماري غفلت اور لا پروائي سے ضائع نہ ھوجاتا تو ھم کو آج کیوں اس قدر دقت اور پریشاني ایک ایسے عدم المثال مصنف و شاعر اور صوفي صافي کي تصانیف جمع کرنے میں پیش آتي جن کا نام نامي اُس وقت تک ھندوستان کے لیئے مایۂ فخر رھے گا جب تک کہ اس ملک میں فارسي کے جاننے والے اور قدر کرنے والے ناپید نہ ھوجائیں گے — بقول سر گور آؤسلے کے حضرت امیر خسرو رح اپنے وقت کے ملک الشعرا تھے اور اُن کي شہرت نے سعدي سے باعظمت شاعر کو ھندوستان کا سفر کرنے کي ترغیب دي — اگرچہ بعض تذکروں میں حضرت سعدي شیرازي کا محض حضرت امیر خسرو کي ملاقات کي غرض سے ھندوستان تشریف لانا بیان کیا گیا ھی — مگر اکثر تذکرے اس بارے میں ساکت ھیں اور بعض میں اس واقعہ کو غیر مثبتہ قرار دیا گیا ھی - سر گور آؤسلے جو عرصہ سے تک ایران میں سفیر رھے ھیں اور ظن غالب ھی کہ اُن کو اس امر کي تحقیقات کا زیادہ موقعہ ملا ھوگا ، وثوق کے ساتھ بحوالہ جواھر الاسرار شیخ آوزي کے لکھتے ھیں کہ جب کل ایشیا میں حضرت امیر کا شہرا بلند ھوا تو خاص اُن کے ملنے کي غرض سے شیخ سعدي نے بڑھاپے میں ھندوستان کا دور دراز سفر اختیار کیا اور

یہہ کہ امیر خسرو کو بجا طور پر ناز تھا کہ ایسے عظیم الشان صوفی
اور شاعر نے اُن کی خاطر ضعیفی میں وہ زحمت گوارا فرمائی
جس سے جوانوں کی ہمت پست ہوجاتی ہی - سر گور آؤسلے کی
طرح اور کئی علم دوست یورپین صاحبوں نے ابتداء حکومت کے
زمانہ میں اس قسم کی دلچسپ محققانہ تصانیف کی تھیں ـــ
مگر اب اس ترقی کرنے والی قوم میں بھی یہہ شوق کم بلکہ مفقود
ہوتا چلا جاتا ہی ـــ کیونکہ کوئی جدید تصنیف سوائے معدودے چند
عربی گرامروں (قواعد صرف و نحو) یا سنسکرت اور بھاشا کی رامائنوں
وغیرہ کے ترجمہ کے نہ نظر پڑی نہ سننے میں آئی جس سے اس شوق
کا جاری رہنا نہیں پایا جاتا ـــ اور ثابت ہوتا ہی کہ انسانی قویٰ
کی طرح قوموں کی علمی تحقیقات اور ریسرچ کا مادہ بھی اُن کے
شباب اور نشو و نما کے زمانہ میں بمقابلہ اُن کے وسط حیات کے زمانہ
کے قومی تر ہوتا ہی ـــ بہر حال اس کا کچھہ بھی سبب ہو ـــ
اس میں کوئی شک نہیں ہی کہ ایک زمانہ وہ تھا جس میں خواہ
ایشیا ہو یا یورپ علم ادب اور لٹریچر کا ذوق شوق ہر کہ ومہ کے
دامنگیر تھا اور ایک موجودہ زمانہ ہی جس میں مادیت کا وہ گہرا
رنگ چھا گیا ہی جس نے " ان من البیان لسحرا " کی نازک اور
بھینی دل آویز رنگت کو پھیکا اور ماند کردیا ہی ـــ مگر اس
کا اگر سچا اور پورا چسکا لگجائے تو کوئی فرشی اس نشہ کو
نہیں اُتار سکتی ـــ اور مختلف طبائع پر اُس کا ویسا ہی اثر
ہوتا ہی جیسا اُس نازک نگاہ کا جس کی تعریف ذیل کے
ہندی دوہرہ میں بہ صنعت لف و نشر مرتب بیان کی گئی
ہی :ـــ

آمي (ابهيات)	هلاهل (زهر)	مدہ (نشہ)	بهوي سيت شام رتنار
جيت (فعل امي)	مرت (فعل هلاهل)	جهک جهک (فعل مدہ)	پرتجه چتوت اَباو

اس جملہ معترضہ کے بابتہ معافي چاهکر مختصراً حضرت امیر کي اُس صنعت کا ذکر کرنا هوں جس کو سرگور آؤسلے نے بہت شد و مد کے ساتهہ بیان کیاهی — اس میں شک نہیں کہ خود حضرت امیر اس صنعت کے موجد تھے یعني ایسے الفاظ کا استعمال جس سے فارسي میں ایک معني اور هندي میں دوسرے معني هوں اُس زمانہ میں اُنہیں کاحصہ تہا — بطور مثال کے آوسلے نے ذیل کے اشعار نقل کیئے هیں :—

رفتم بہ تماشاے کنارے جوئے * دیدم بہ لب آب زن هندوئے

گفتم صنما بہائے زلفت چہ بود * آواز برآورد کہ در در موئے

ان اشعار کي جان الفاظ " در در موئے " هیں جوفارسي میں بمعني في بال ایک موتي کے هیں اور هندي زبان میں اُن کا مفہوم مستورات کي اصطلاح میں کسي بےباکي کرنے والے کو غصہ سے هٹادینے کا هی — ایک شعر کے اندر مثنوي قرآن السعدین میں لفظ جرهري کو بهي بہت خوبي سے نباها هی — اگر "جر" و "هري" کو الگ الگ پڑها جاوے تو هندي میں هرے جو کے معني پیدا هوتے هیں — اسي طرح حضرت امیر نے ایک اور عجیب و غریب صنعت میں قصیدہ لکہا هی جس کے هر شعر کا قافیہ پہلے لفظ کا هندي ترجمہ هی — مگر وهي لفظ فارسي زبان میں استعمال هوا هی — اس قصیدے کے دو شعر یہہ هیں :—

داریم آرزو کہ حکایت کنیم بات

(بات ترجمہ ہی حکایت کا یہاں مراد ہی " باتو ")

لالہ غلام روئے تو صد برگ زیر پات

(پات ترجمہ ہی برگ کا یہاں مراد ہی " پائے تو ")

هر برهمن کہ دید رخ خوبت اے صنم

زنار را گسست و لکد زد بروئے لات

(لات ترجمہ ہی لکد کا یہاں مراد ہی " بت " سے)

سر گور آؤسلے کی طرز تحریر سے پایا جاتا ہی کہ جو زبان اُن کے هندوستان کے قیام کے زمانہ میں یعنی مابین سنہ ۱۷۹۲ و ۱۸۱۰ ع عام طور پر بولی جاتی تھی اُس کو هندوستانی زبان کہتے تھے جو میری رائے ناقص میں اُردو کا پہلا نام ہی - اگر بغور دیکھا جاے تو اُردو کی بنیاد هندوستان هی کی مختلف زبانوں سے پڑی ہی - کیونکہ یہہ امر مسلم الثبوت ہی کہ سوائے مخصوص حصوں کی مخصوص زبانوں کے هندوستان میں ایک عام زبان بولی جاتی تھی جو پہلے هندوستانی یا هندی کہلائی جاتی تھی اور زیادہ صاف ستھری اور نستعلیق ہوکر وہ اُردو کے نام سے ملقب هوگئی اور میر و غالب سے شعرا و فصحاء کی اعلی پیمانہ کی زبان نے اُس میں چار چاند لگادیئے - ورنہ در اصل اِس وقت کی اُردو زبان بزبان حال کہہ سکتی ہی " وگرنہ من هماں خاکم کہ هستم " اور اُس کے عام هندوستان کی زبان هونے کا دعوی ارباب انصاف کے نزدیک غالباً بیجا نہ سمجھا جاے - کیونکہ یہہ امر حضرت امیر خسرو کی مختلف تحریرات سے (جن کا ذکر کہیں کہیں اوپر هوا ہی) ثابت هوتا ہی کہ اُن کے زمانہ میں جس کو اب چھہ سو برس هوتے هیں، ایک ایسی زبان مروج تھی جس کا بڑا حصہ هندوستانی یا اُردو زبان میں اِس وقت

بھي پايا جاتاھي– اور اُس کے محاورات میں بھي زيادہ فرق نہيں آيا ھی– نصنت شعار حضرات اس کا تصفيه کرسکتے ھيں که ايسي حالت ميں وہ زبان جو اپني بدبختي سے اُردو کے نام سے مشہور ھوگئي آيا في الحقيقت وھي زبان نہيں ھی جس کو ھندوستان کي اصلي زبان سمجھا جائے –– کيا اُردو جو محض اس وجه سے معرض زوال ميں آرھي ھی که اُس کا موجودہ نام اُردو ھوگيا ھی يہه کہنے کي مستحق نہيں ھی که ميں وھي ھندوستان کي زبان ھوں جو آٹھه سو نو سو برس پہلے اس ملک ميں بولي جاتي تھي اور اب زمانه ناحق ميرے پيچھے پڑکر ميرے مٹانے کي فکر ميں ھی– نياؤ کرو ، ھٹ دھرمي نه کرو –– مجھے سنسکرت ، عربي ، فارسي ، بھاکا ، بھاشا ، مرھٹي ، گجراتي ، لاطيني ، گريک اور انگلش سب زبانيں بولني آتي ھيں –– اور مجھه ميں سب کي کھپت اور سمائي ھی " *

(fiat justitia ruat cœlum)

" انصاف کرو اگرچه آسمان بھي گر جائے " *

آخر ميں ميں اس بے سروپا تحرير کو حضرت امير کے اُس ھندي دوھرے پر ختم کرتا ھوں جو اُنھوں نے خاص حالت جذب ميں اپنے پير و مرشد حضرت سلطان نظام الدين اوليا کے مزار پر انوار پر اُن کے وصال کے بعد حاظر ہوکر بيساخته پڑھا تھا :

گوري سوئے سيج پر مکھه پر ڈالے کيس

جا خسرو گھر آپنے سانجھه بھئي چوندیس

اھل تصوف کے نزديک يہه بہت مقبول دوھرہ ھی *

اھل کرم سے التجا ھی که اس نوٹ کو باريک اور گہري نگاہ سے نکته چيني کے ليئے ملاحظه نه فرماويں اور اس کے اسقام سے

درگذر فرمائیں :

تو هم اربدي بیني اندر سخن
بخلق جهان آمربس کار کن

اس موقع پر مجھے جو کچھہ عرض کرنا مقصود تھا وہ عرض کرچکا۔ لہذا میں اپنا یہہ نوٹ ختم کرتا هوں — لیکن میرا یہہ نوٹ نامکمل رہ جائے گا اگر میں مولوي ادریس احمد صاحب بي ۰ اے جنرل سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر مسلم یونیورسٹي کي خدمت کا اعتراف نہ کروں ، ' جنھوں نے ترتیب کلیات امیر خسرو کے کام میں شروع سے اپنی گہري دلچسپی کا عملی ثبوت دیا هی اور اغاز تحریک سے نہایت قابلیت ، هوشیاري اور درد مندي کے ساتھہ اس اهم کام کے اهتمام اور نگرانی میں مجھے مسلسل طور پر مدد دیتے رهے هیں، جس کي وجہ سے میں اُن کا نہایت ممنون هوں - فقط *

علي گڈہ :

۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ع — محمد اسحاق خاں

یوم پنجشمبہ — عفی عنہ

۱۸۵۶۸

اِعلانِ ضروری

جس وقت کلیاتِ خسروؔ کے چھاپنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا تھا تو بعض حضرات نے یہ رائے دی تھی کہ اس کو ٹائپ یعنی لوہے کے حروف میں چھاپا جائے۔ کیونکہ تصحیح وغیرہ کی جیسی آسانیاں اس میں موجود ہیں لیتھو یعنی پتھر کے چھاپے کو میسر نہیں ہیں۔ علاوہ اس کے لوہے کے چھاپے میں اور بہت سی خوبیاں ہیں جن کا مقابلہ پتھر کا چھاپا نہیں کر سکتا۔ اور درحقیقت کسی قوم کا لٹریچر اصلی ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس کے اندر چھاپے کی وہ آسانیاں (جو اس وقت صرف لوہے میں نظر آتی ہیں) بہم نہ پہنچ جائیں۔ غالباً سرسید علیہ الرحمۃ کی دُوربین نگاہ نے ان جملہ اُمور کو برای العین دیکھ لیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اُنھوں نے کالج کی بنیاد سے پہلے علی گڑھ میں جو سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی تھی اس کے لیے مطبع ٹائپ ہی کا قایم کیا تھا۔ اور اُن کی زندگی میں اُنکی جتنی مطبوعات چھپیں اُنکا اکثر حصہ ٹائپ ہی میں چھپا۔ اور اُنھوں نے اخبار بھی ٹائپ ہی میں نکالا جو اب بھی ٹائپ ہی میں نکلتا ہے

مگر کیا کیا جائے کہ اسلامی پبلک کو کم از کم اپنے لٹریچر کے لیے ٹائپ کے نام سے نفرت ہی۔ یہی وجہ ہی کہ ٹائپ کی چھپی ہوئی مطبوعات اُس کے اندر قبول عام حاصل نہیں کرتیں۔

اس لحاظ سے کلیاتِ خسروؔ کے پتھر ہی میں چھاپنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہی۔ لیکن یہ تبصرہ ٹائپ میں چھاپکر شایع کیا جاتا ہی۔ کیوں کہ اوّل تو وہ اس قدر تنگ وقت میں پتھر پر چھاپا نہیں جاسکتا تھا۔ دوسرے یہ بھی مقصود تھا کہ ناظرین کو کچھ کچھ اندازہ کلیاتِ خسروؔ کے متعلق ٹائپ کی چھپائی کا بھی ہوجائے۔ اور اعلان ہذا جو پتھر پر چھاپا گیا ہی اُس سے پتھر کی چھپائی کی نوعیت معلوم کرانی منظور ہی۔ اور اگرچہ یہ دونوں کام نہایت عجلت میں ہوئے ہیں۔ تاہم اُمید ہی کہ ناظرین ان سے کچھ نہ کچھ تصوّر اس اہتمام کا کرسکینگے جو کلیاتِ خسروؔ کی چھپائی کے متعلق درپیش ہی۔ اور جو اس قومی مطبع میں ہر قسم کی چھپائی کے متعلق بفضلِ خدا ہوسکتا ہی۔

وَاللہُ الموفقُ والمعینُ وعلیہِ اتوکّلُ والیہِ اُنیبُ

(مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ میں طبع ہوا ۱۹۱۵ء)